مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم
اور
غیر مقلّدین
تالیف:
مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث
جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
Mobile: 09412866177

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم
اور
غیر مقلدین
تالیف:
مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث
جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
Mob`ile: 09412866177

تفصیلات

نام کتاب : مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اور غیر مقلدین

تالیف : مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

طبع اول : ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

طبع پنجم : ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

کمپوزنگ : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

صفحات : ۸۰

قیمت :

ملنے کے پتے:

- جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد یوپی
- مکتبہ فدائے ملت مفتی ٹولہ مراد آباد
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
- مکتبہ الفرقان لکھنؤ
- اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی
- مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی
- مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

مندرجات کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ گفتار

ایک عرصے سے ملت اسلامیہ کی بدنصیبی ہے کہ گمراہ افکار اور باطل نظریات کے حامل افراد اور گروہ امت کے سادہ لوح افراد کو اپنے دام فریب میں الجھاتے رہے ہیں، سلف صالح، ائمہ دین، فقہاء عظام اور دین کے عظیم خدام کے تئیں بداعتمادی، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے اور ان کی خدمات کی تحقیر و تنقیص کا مشن پورے زور و شور سے چلاتے رہے ہیں، ہمارا المیہ ہے کہ ہماری صفوں سے ان فتنہ پردازوں کو دست و بازو ملتے رہے، ترغیب و تحریص کا دام بہت سے کمزوروں کو اپنا نشانہ بناتا رہا، اور بدقسمتی سے وہ طبقہ جس کے کاندھوں پر احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور صداقت کی ترجمانی کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی، کچھ استثناؤں کے ساتھ بالعموم اس حوالے سے تغافل کا شکار رہا، اور شاید ان سنگین خطرات و نتائج کا بروقت ادراک اور اولِ وہلہ میں ان کا تعاقب اور سد باب نہیں کرسکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ گمراہوں کا مشن جڑ پکڑتا چلا گیا، جرأت بڑھتی گئی اور ہمارے بہت سے نوجوان صراطِ مستقیم سے دور ہوگئے۔

صورتِ حال کی اس سنگینی کو ہمارے اکابر نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ محسوس کیا، جمعیۃ علمائے ہند نے ''تحفظ سنت'' کے عنوان سے اس فتنے کا پوری قوت سے مقابلہ کرنے کا بیڑا اٹھایا، کانفرنسیں ہوئیں، انتہائی وقیع کتابیں، رسالے اور پمفلٹ شائع کئے گئے۔ دارالعلوم دیوبند نے ان فتنوں کے تعاقب کے لئے اور اپنے فضلاء کو اِس محاذ پر تیار کرنے کے لئے محاضرات کا انتہائی مفید سلسلہ شروع کیا، جو ہنوز پوری آب و تاب سے جاری ہے۔ مجلس علمیہ آندھرا پردیش کے باوقار ذمہ داران نے اس موضوع کو خاص توجہ کا مرکز بنایا اور علماء کی تربیت و تدریب کا بیڑا اٹھایا، اس کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے بہت سے اداروں

نے اس موضوع کی اہمیت کو سامنے رکھا اور حسب توفیق خدمات انجام دیں، الحمد للہ ان کوششوں کے بہت خوش گوار اثرات مرتب ہوئے، اور ہمارے سادہ لوح بھائیوں کے مغالطے دور ہوئے، اور انہیں اپنے طریق اور مسلک پر اعتماد، انشراح اور استقامت کی دولت حاصل ہوئی۔

احقر کو اس موضوع کے متعدد اجلاسات اور پروگراموں میں شرکت اور مختلف موضوعات پر اظہار خیال اور خطاب کی سعادت بھی حاصل رہی ہے، مجلس علمیہ آندھرا پردیش کے روح رواں حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب زید مجدہم کی دعوت پر ربیع الاول ۱۴۳۱ھ میں مجلس علمیہ کے اجلاس عام میں ''صحابۂ کرام اور غیر مقلدین'' اور ''فقہ حنفی میں اتباع احادیث کے اہتمام کا جائزہ'' دونوں عنوانوں پر مرتب اور مفصل خطاب کا بحمد اللہ موقع ملا، جسے بہت پسند کیا گیا، اور سراہا گیا، وذلک فضل اللہ۔

حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ نے باصرار ان خطابات کو تحریری شکل میں مرتب کرنے کا حکم دیا، اور مجلس سے طبع کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، میرے محترم حضرت مولانا مفتی غیاث الدین رحمانی صاحب مہتمم جامعہ رحمانیہ حیدرآباد کا بھی یہی حکم رہا، اپنی نااہلی اور ہجوم کار نے اب تک تعمیل حکم نہ ہونے دی، آخر میں حضرت الاستاذ حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے اس فتنے کے تعلق سے آسان اور عام فہم زبان میں مختصر رسالوں کی ترتیب کا مبارک کام مختلف اہل علم سے شروع کرایا، اور اپنی غایت شفقت سے احقر کو بھی حکم دیا، اسی حکم کی تعمیل میں یہ مختصر کتابچہ حاضر خدمت ہے، میں یہ کتاب پیش کرتے ہوئے اپنے معاون احباب بالخصوص جناب مولانا مظاہر حسین صاحب استاذ جامعہ امدادیہ مرادآباد کا ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب کو قبول فرمائے اور مفید ونافع بنائے، **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز**۔

محمد اسجد قاسمی ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

۷؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

۱۱؍فروری ۲۰۱۱ء

مقام صحابہ اور غیر مقلدین

غیر مقلدین کا گروہ پہلے ''موحّد'' پھر ''محمدی'' پھر ''سلفی'' پھر ''اثری'' اب ''اہل حدیث'' کے نام سے اپنے کو موسوم کرتا آیا ہے، درحقیقت یہ لا مذہب اور گستاخ افراد کا ٹولہ ہے، ایک عرصے سے یہ گروہ اپنی تخریبی سرگرمیاں پورے زور وشور سے جاری کئے ہوئے ہے، یہ اپنے کو عامل بالحدیث (حدیث پر عمل کرنے والا) قرار دیتا ہے؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل ڈھونگ ہے۔

بنیادی حقیقت

غیر مقلدین کا طبقہ اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے، اہل السنّت والجماعت، ائمہ اربعہ سے، صراطِ مستقیم کے پیروکاروں اور مسلک حق کے حاملین سے اس طبقہ کا صرف فروعی اور جزءی اختلاف نہیں؛ بلکہ اصولی، اساسی، اور بنیادی اختلاف ہے۔

اہل السنّت والجماعت کا نشانِ امتیاز، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کی پیروی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی أُمَّتِی کَمَا أَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ أَتٰی أُمَّہٗ عَلَانِیَۃً، لَکَانَ فِیْ أُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ، وَإِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تفرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً، کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً، قَالُوْا: مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: مَا أَنَا عَلَیْہِ وَأَصْحَابِیْ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: میری امت پر ضرور بالضرور ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آچکا ہے، بالکل برابر سرابر، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے، بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے، صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جس طریقے پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں، اس کی پیروی کرنے والا۔

اس حدیث پاک میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سنت رسول کی اتباع بھی ضروری ہے، اور جماعت صحابہ کی پیروی بھی ضروری ہے، غیر مقلدین کا گروہ سنت رسول کی اتباع کا دعوے دار ہے، (اگر چہ اس دعویٰ کو مکمل درست نہیں مانا جا سکتا) لیکن جماعت صحابہ اور اسوۂ صحابہ کی مخالفت اور عداوت غیر مقلدین کے مشن کی بنیاد ہے، اس لئے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اہل السنّت والجماعت سے خارج ہیں۔ خود شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اہل السنّت والجماعت کی تعریف ”اَلْمُتَّبِعُوْنَ لِلنَّصِّ وَالإِجْمَاعِ“ (نصوصِ کتاب وسنت اور اجماع کی اتباع کرنے والوں) سے کی ہے۔ (منہاج السنۃ: ۲۷۲/۳) اس تعریف کی رو سے بھی غیر مقلدین زمرۂ اہل السنۃ والجماعۃ میں نہیں آتے۔

اصول شریعت

اصولِ شریعت تین ہیں: (۱) قرآن (۲) سنت رسول (۳) اجماعِ امت۔

اصول فقہ کی تمام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے، قرآن اصول شرعیہ میں اول مقام رکھتا ہے۔ حکم ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً. (اٰل عمران)

ترجمہ: تم سب مل کر اللہ کی رسّی (قرآنِ کریم) کو مضبوطی سے تھام لو۔

قرآن کے بعد سنت رسول کا مقام ہے، دونوں کے تعلق سے ارشاد نبوی ہے:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ.

ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہوگے، ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: ایک تو اللہ کی کتاب ہے، دوسرے اللہ کے رسول کی سنت ہے۔

قرآن وسنت کے بعد تیسرا درجہ اجماع کا ہے، اس کے معتبر ہونے کی دلیل ارشاد نبوی ہے:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِىْ عَلَى الضَّلَالَةِ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔

یہ تین بنیادی اصول ہیں، ایک چوتھا اصول قیاس واجتہاد بھی ہے، جو مستقل اصول نہیں؛ بلکہ آلہ اور ذریعہ ہے، اور قیاس بھی وہی معتبر ہے جو ان تینوں اصولوں سے ماخوذ اور مستنبط ہو۔

سنن ابی داوٗد کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی اور والی بنا کر بھیج رہے ہیں، سوال کرتے ہیں: **كَيْفَ تَقْضِىْ إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ يَا مُعَاذُ؟** معاذ! اگر کوئی معاملہ پیش آجائے تو کیسے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ فرماتے ہیں: **أَقْضِىْ بِكِتَابِ اللّٰهِ** میں قرآں کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، آپ فرماتے ہیں: **فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ؟** اگر اس معاملے کا حل قرآن میں نہ ملے، تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ عرض کرتے ہیں: **فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ** پھر اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: **فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟** اگر اس کا حل سنت رسول میں بھی نہ ملے تو؟ حضرت معاذ نے کہا: **أَجْتَهِدُ بِرَأْيِىْ وَلَا آلُوْ** میں

اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور غور فکر میں، اجتہاد میں کوئی کوتاہی کئے بغیر اس معاملے کا حل پیش کروں گا، اس جواب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ:

فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدْرَهٗ، وَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یَرْضَی رَسُوْلُ اللّٰهِ. (سنن ابی داؤد)

ترجمہ: آپ نے ان کا سینہ تھپتھپایا اور فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو رسول اللہ کی مرضی کے مطابق عمل کی توفیق دی۔

اس حدیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ:

(۱) اجتہاد شرعی اصولِ شریعت میں سے ہے۔

(۲) دین میں صحابہ کی رائے حجت، سند اور معتبر ہے۔

غیر مقلدین کتاب اور سنت کو تو اصولِ شرع میں شمار کرتے ہیں؛ لیکن وہ اجماع کو حجت ماننے سے یکسر انکار کر دیتے ہیں، حد یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کے اس گروہ کے اجماع کو بھی نا قابل اعتبار قرار دیتے ہیں، جس کے تقدس اور فضل کی شہادت کتاب وسنت کے نصوص میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ (غیر مقلدین کے اس مسلک کے لئے ملاحظہ ہو: عرف الجادی ۳، افادۃ الشیوخ: نواب صدیق حسن خاں صاحب ۱۲۱، شیخ ابو منصور عبد القادر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے اپنی تالیف ''اصول الدین'' ۲۰، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۶۱ میں ظواہر (فرقہ ظاہریہ) کا یہی مسلک نقل کیا ہے کہ وہ نہ اجماع کو مانتے ہیں، نہ قیاس کو، اور نہ صحابہ وتابعین کے آثار وارشادات کو، غیر مقلدین کا یہی مسلک ہے۔)

حالاں کہ اجماع کا ثبوت متعدد قرآنی آیات سے بھی ہے اور صریح وصحیح احادیث سے بھی ہے۔ ذیل میں ہم اس کی قدرے تفصیل درج کرتے ہیں:

اجماع کی حقیقت

اجماع فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ ہے، اور اس کی تعریف یہ ہے:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بعد کسی زمانے کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا"۔ (الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی: ۱/۱۰۱)

اجماع کی حجیت

قرآن وسنت نے مسلمانوں پر وحی سے ثابت احکام کے اتباع کی طرح اجماع کی پیروی کو بھی لازم قرار دیا ہے، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بذریعۂ وحی احکام شریعت کے آنے کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہونا تھا، دوسری طرف یہ شریعت تا قیامت نافذ رہنے والی ہے، اور طرح طرح کے نت نئے مسائل تا قیامت امت کو پیش آنے تھے، اس لئے شرعی اصول کے مطابق مسائل کو حل کرنے کا انتظام اللہ کی طرف سے یہ ہوا کہ قرآن اور سنت میں ایسے اصول اور نظائر رکھ دئے جن کو پیش نظر رکھ کر اور استفادہ کر کے ہر دور کے مجتہد فقہاء اپنے زمانہ کے نئے مسائل کا شرعی حل تلاش کریں، پھر قرآن وسنت کی روشنی میں جو فیصلہ وہ اپنے اتفاق سے کر دیں، اس کی اتباع بعد کے تمام مسلمانوں کے لئے خود قرآن وسنت کے ذریعہ ضروری قرار دے دی گئی، اور اس کی مخالفت کو حرام کر دیا گیا۔

یہ امتیاز صرف امت محمدیہ ہی کو عطا ہوا ہے کہ اس کے مجموعے کو اللہ نے دینی امور میں ہر خطا اور لغزش سے محفوظ فرما دیا ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ امت کے کسی فرد سے دین میں خطا نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ افرادِ امت سے دینی امور میں خطا ہوتی رہتی ہے؛ لہٰذا امت کا ہر فرد تو خطا سے محفوظ نہیں؛ لیکن امت کا مجموعہ محفوظ ہے، اور امت مجموعی حیثیت سے متفقہ طور پر کوئی ایسا فیصلہ یا عمل نہیں کر سکتی، جو رضائے الٰہی یا قرآن وسنت کے خلاف ہو، اس لئے امت کا اجماع حجت اور معتبر قرار دیا گیا ہے۔

قرآن سے اجماع کا ثبوت

(۱) ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى، وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ، وَسَآءَ تْ مَصِيْراً. (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: جو شخص رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو، اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درآں حالیکہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو، تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا، اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔

اس آیت میں دو چیزوں کا سنگین جرم ہونا اور ان کا جہنم میں جانے کا سبب ہونا بیان کیا گیا ہے:

(۱) پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت سنگین جرم ہے، کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

(۲) جس کام پر مجموعی طور پر پوری امت اور تمام مسلمان متفق ہوں، اسے چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا عظیم جرم ہے، اور قرآن میں واضح کر دیا گیا ہے کہ امت سے الگ ہو کر راہ اختیار کرنے والوں کا انجام آخرت کی ہولناک سزا کے ساتھ دنیا میں مسلسل گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ سے دریافت کیا گیا تھا کہ اجماع کے حجت ہونے کی دلیل قرآن میں کیا ہے؟ انہوں نے تین دن تک مسلسل قرآن کریم کی تلاوت کی اور پھر اسی آیت سے ثابت کیا کہ اجماع حجت ہے اور شرعی اصول میں سے ہے، اور تمام علماء نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجیت پر یہ دلیل کافی ہے۔

(۲) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا. (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو، اور باہم پھوٹ نہ ڈالو۔

اس آیت میں واضح طور پر ''تفرق'' (اختلاف اور پھوٹ ڈالنے) سے منع کیا جا رہا

ہے، ظاہر ہے کہ تمام اہل اسلام کے متفقہ دینی فیصلے یعنی اجماع کی مخالفت تفرق ہے، جو مذموم وممنوع ہے،اس سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ. (اٰل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے برپا کی گئی ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو، برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں مجموعی طور پر پوری امت کو خطاب ہے، اور تین طریقوں سے امت کے اجماع کے معتبر ہونے کو نمایاں فرمایا گیا ہے:

پہلی بات یہ ہے کہ اس امت کو ''خیرِ امت'' اس لئے فرمایا گیا ہے کہ امت کا مجموعہ صحیح دینی تعلیمات پر عمل پیرا رہے گا، گو افرادِ امت اپنے طور پر دین میں ناقص اور کمزور ہوں؛ لیکن ہر دور میں امت کا مجموعہ مل کر دین خالص پر قائم رہے گا، کبھی گمراہ نہ ہوگا، اسی لئے امت کا اجماع حجت قرار پائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمادی ہے کہ یہ نیک کاموں کا حکم دیتی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ امت متفقہ طور پر جس کام کا حکم دے گی وہ عند اللہ خیر ہوگا، اور اس کی پابندی ضروری ہوگی، اس سے بھی اجماع کا معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ امت برے کاموں سے روکتی ہے، معلوم ہوا کہ جس کام سے متفقہ طور پر امت منع کردے وہ کام اللہ کے ہاں برا اور ممنوع ہے، یہ بھی اجماع کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً. (البقرة: ۱۴۳)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تم کو ایک نہایت معتدل امت بنایا ہے؛ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور تمہارے (معتبر اور قابل شہادت ہونے کے) لئے رسول گواہ بنیں۔

اس آیت میں امت کا امتیاز اعتدال بتایا گیا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت کا کسی کام پر متفق ہو جانا اللہ کے نزدیک درست اور حق ہے، ورنہ اعتدال کی کوئی معنویت باقی نہیں رہے گی، پھر اللہ نے اس امت کو گواہ قرار دے کر بھی دوسروں پر اس کی بات کو حجت قرار دیا ہے، اس سے بھی اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے، اور چوں کہ آیت میں خطاب عام ہے، اس لئے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ہر زمانے کے اہل اسلام کے اجماع کی معتبریت کے لئے یہ کافی وشافی دلیل ہے۔

(۵) يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ. (التوبة: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں ہر دور کے اہل ایمان کو ''الصادقین'' (سچے لوگوں) کے ہمراہ رہنے کا حکم ہے، جس کا مقصد ان کی اتباع ہے، اور بقول امام رازیؒ: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سچوں کا وجود ہر دور میں رہے گا، ورنہ اُن کی صحبت واتباع کا حکم ہر دور کے اہل ایمان کو نہ دیا جاتا۔ (التفسیر الکبیر ۹۳/۴)

جب سچوں کا وجود ہر دور میں ثابت ہے، تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی دور کے تمام مسلمان کسی غلط کام پر متفق نہیں ہو سکتے؛ کیوں کہ کچھ لوگ اگر غلط فیصلہ کرنا چاہیں گے تو اس زمانے کے صادقین اس پر متفق نہیں ہو سکتے، واضح ہوا کہ امت کا اجماعی فیصلہ کبھی حق کے خلاف نہیں ہو سکتا، اس سے اجماع کی حجیت معلوم ہوتی ہے۔

احادیث سے اجماع کا ثبوت

اجماعِ امت کے حجت شرعی ہونے کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی

کثرت سے مروی اور منقول ہیں کہ ان کا مجموعہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتا ہے، چالیس سے زائد صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موضوع کی احادیث نقل کی ہیں، ان میں سے چند احادیث یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ سے راوی ہیں:

یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِیْ النَّارِ. (ترمذی شریف: باب لزوم الجماعة، ابواب الفتن: ۴۹/۲)

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ (مدد، حفاظت، تائید) جماعت (مسلمین) پر ہے، جو ان سے الگ راہ اختیار کرے گا، وہ (جنتیوں سے الگ ہو کر) جہنم میں جائے گا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَایَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ: اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَةٍ، وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ. (جامع ترمذی: ۴۹/۲، مستدرك الحاكم ۱۱۵/۱، ابن ماجه ابواب الفتن ۲۸۳)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ میری امت کو کسی گمراہی پر ہرگز متفق نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت مسلمین پر ہے، اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

یہ حدیث اجماع کے حجت ہونے پر بے انتہاء صریح ہے، اور حضرت ابن عمر کے علاوہ سات دیگر صحابہ (حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت ابو مالک اشعری، حضرت ابو بصرہ، حضرت قدامہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم) سے بھی مروی ہے۔

(۳) ارشاد نبوی ہے:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْراً، فَمَاتَ، مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً.

ترجمہ: جس شخص نے جماعت مسلمین سے علیحدگی اختیار کی، بالشت برابر

بھی، (ذرا بھی اور کسی مسئلے میں بھی) اور اسی حال میں مر گیا، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس حدیث سے جماعت مسلمین سے علاحدہ ہونے، ان کے متفقہ قول، فیصلے، عقیدے اور عمل کی مخالفت کو بے حد سنگین جرم بنایا گیا ہے، اس موضوع سے متعلق ذخیرۂ احادیث میں تقریباً بیس احادیث ملتی ہیں، سولہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایات نقل کی ہیں، جن میں ''الجماعۃ'' سے الگ ہونے کی سخت مذمت ہی نہیں، دنیا و آخرت کی مختلف سزاؤں کا ذکر ہے، چناں چہ جماعت مسلمین سے علاحدگی کے جرم کی نحوست، سزا اور انجام یہ بیان ہوا کہ جس نے ایسا کیا:

مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.

ترجمہ: وہ جاہلیت کی موت مرا۔

دَخَلَ النَّارَ.

ترجمہ: وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ.

ترجمہ: اس نے اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا۔

فَلَا حُجَّةَ لَهُ.

ترجمہ: اس کے پاس عذاب سے بچنے اور معذور قرار دئے جانے کی کوئی دلیل نہ رہی۔

فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُمْ.

ترجمہ: ان پر کیا عذاب ہونا ہے، مت پوچھو۔

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا:

فَاقْتُلُوْهُ.

ترجمہ: اسے قتل کرڈالو۔

فَاضْرِبُوْا عُنُقَهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ.

ترجمہ: اس کی گردن ماردو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ:

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ يَرْكُضُ.

ترجمہ: جو شخص جماعت سے علاحدگی اختیار کرے، اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، جو اسے گناہوں کی طرف دوڑاتا رہتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: سنن نسائی: ۱۵۸/۲، قتل من فارق الجماعۃ، و۱۶۸، سنن ابی داؤد ۶۵۵/۲، مستدرک: ۱۱۸/۱-۱۱۹، وغیرہ)

ان تمام روایات سے اجماع کی حجیت قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

(۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب نقل فرمایا ہے:

اُوْصِيْكُمْ بِأَصْحَابِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ فَمَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ. (ترمذی شریف ۴۸/۲، مستدرك ۱۱۴/۱، صحيح على شرط الشيخين)

ترجمہ: میں تم کو اپنے صحابہ (کی اتباع) کا حکم دیتا ہوں، پھر ان کے بعد والوں (تابعین) کی پیروی کا، پھر ان کے بعد والوں (تبع تابعین) کی اتباع کا، جو شخص تم میں سے جنت کے بیچوں بیچ رہنا چاہتا ہو، وہ جماعت مسلمین کو لازم پکڑ لے (اور اعتقاد و اعمال میں اسی کی اتباع کرے)

(۵) خطبہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيْحَةُ

لِلْمُسْلِمِيْنَ، وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ، فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَرَاءِ هِمْ.

ترجمہ: تین خصلتیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: (۱) عمل میں اللہ کے لئے اخلاص (۲) مسلمانوں کی خیرخواہی (۳) جماعت مسلمین کی لازمی پیروی؛ کیوں کہ ان کی دعا پیچھے سے ان کو اپنے حصار میں لئے رہتی ہے (جو ان کو گمراہی سے محفوظ رکھتی ہے)

واضح ہوا کہ جماعت مسلمین کا متفقہ عقیدہ وعمل کبھی غلط نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کی پیروی انسان کو خیانت اور گمراہی سے بچائے رکھتی ہے۔ (یہ حدیث دس صحابہ سے مروی ہے، ملاحظہ ہو: مشکاۃ المصابیح ۳۵، مسند احمد ۳/۲۲۵، ابن ماجہ کتاب المناسک ۲۱۹، المستدرک ۱/۸۸)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں:

إِنَّ أُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ اِخْتِلَافاً فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ. (ابن ماجه: ابواب الفتن ۲۸۳)

ترجمہ: میری امت کسی گمراہی پر متفق نہ ہوگی، جب تم کوئی اختلاف دیکھو تو "سواد اعظم" (بھاری اکثریت) کو لازم پکڑلو اور اتباع کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ منقول ہیں:

فَاتَّبِعُوْا السَّوَادَ الاَعْظَمَ، فَإِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ. (مستدرك حاكم ۱/۱۱۵)

ترجمہ: تم سواد اعظم کی پیروی کرو، کیوں کہ جو الگ راہ اختیار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

حاصل

ان تمام روایات سے اجماع کا معتبر ہونا متیقن طور پر ثابت ہوتا ہے، احادیث میں

''الجماعۃ'' اور ''سواد اعظم'' کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد مسلمانوں کا وہ طبقہ ہے جو سنت رسول اور طریق صحابہ دونوں کو حق اور واجب الاتباع سمجھتا ہو اور اس کی مخالفت کو غلط قرار دیتا ہو، جس کو ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' (جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ ہیں) کے جامع الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ امت محمدیہ اجتماعی طور پر خطا سے محفوظ ہے، حضرت ابن مسعود نے یہی بیان کیا ہے:

مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِيْحاً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ. (مؤطا محمد: كتاب الصلاة باب قيام شهر رمضان: ١٤٠)

ترجمہ: جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے، اور جسے تمام مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے۔

پوری امت کا خطا اور ضلالت پر اتفاق کر لینا محال و ناممکن ہے؛ لہٰذا اجماع حجت شرعی ہے، پھر اجماع کی تمام قسموں میں صحابہ کا اجماع سب سے زیادہ مقدم معتبر اور افضل ہے، امام ابن تیمیہؒ نے اجماعِ صحابہ کو ''حجت قطعیہ'' قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۲/۲۵۲)

غیر مقلدین کا موقف

غیر مقلدین نے اجماعِ امت اور اجماعِ صحابہ دونوں کا انکار کر دیا ہے۔ لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے یہ الفاظ جاری ہو رہے ہیں:

(۱) عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (مشكاة المصابيح ٣٠)

ترجمہ: تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لو، اس کو مضبوطی سے تھام لو، اور دانتوں تلے مضبوطی سے دبا لو۔

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

لَا أَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ: فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ. (ترمذی شریف: ابواب المناقب)

ترجمہ: میں نہیں جانتا، میں تم میں کتنا زندہ رہوں گا، میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا۔

(۳) اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، بِأَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ. (مشکاۃ المصابیح: ٥٥٤)

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی اقتدا کروگے، ہدایت پاجاؤگے۔

سنت صحابہ اور اسوۂ صحابہ کی معتبریت پر ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ گراں قدر ارشادات ہیں، اور دوسری طرف زبان سے حدیث پر عمل کے بلند وبانگ دعوے کرنے والے غیر مقلدین کا کردار ہے، صاف صاف صحابہ کے اقوال، افعال، افکار، آراء، اجماع کو؛ بلکہ ان کے فہم دین تک کو رد اور نامعتبر قرار دیتے ہیں، سنت نبوی اور اسوۂ صحابہ کی عداوت اور مخالفت کی نحوست ہی ہے کہ غیر مقلدین تراویح کی بیس رکعتوں کے شدید ناقد ومنکر ہیں، تین طلاق کو ایک ماننے پر اصرار اور اپنے اس فتوے کی خوب ترویج کرکے امت کے نہ جانے کتنے سادہ لوح اور دین سے ناواقف افراد کی زندگیاں بدکاری کی آماج گاہ بنارہے ہیں، جمعہ کی اذان اول کے انکار کا موقف بھی رکھتے ہیں، یہ اور اس جیسے متعدد مسائل ہیں جن میں صحابہ کے اجماع، فہم اور رائے کو رد کرکے امت کے اجماعی صحیح اور معتدل موقف کے بجائے غیر مقلدین نے الگ راہ اختیار کرکے امت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی گم راہی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام عظمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت تک قرآن وسنت اور دین واسلام کے پہنچنے کا واحد قابل اعتماد ذریعہ ہیں، اور ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ اور کڑی ہیں، اگر انہیں درمیان سے ہٹا دیا جائے، ان پر بداعتمادی کی جائے، تو ہمارے پاس کچھ بھی دین نہیں بچ سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ وہ انبیاء کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل انسان تھے، اسلام کی تاریخ میں کتاب وسنت کی عملی تطبیق وتنفیذ کا کام سب سے پہلے، سب سے مکمل، سب سے جامع اور مثالی انداز میں صحابہ ہی نے انجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگیاں مکمل پاکیزہ، ایمانی اور ربانی زندگی کا شاہ کار اور علمی وعملی تمام عظمتوں، کمالات اور محاسن کی جامع تھیں۔

کمالِ ایمان

قرآن وسنت میں جابجا صحابہ کے ایمان کو کامل، اسوہ اور نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

(۱) **فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدْ اهْتَدَوْا.** (البقرۃ: ۱۳۷)

ترجمہ: اگر یہ (غیر مسلم) اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم (اے صحابہ) ایمان لائے ہو، تو انہیں ہدایت مل جائے گی۔

مزید فرمایا جارہا ہے:

(۲) **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ. فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً.** (الحجرات: ۷-۸)

ترجمہ: لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا کردی، ایمان کو تمہارے لئے دل پسند بنادیا، اورتم کو کفر، فسق اور نافرمانی سے متنفر کردیا، یہ (صحابہ) اللہ کے فضل وانعام سے راہِ راست پر ہیں۔

(۳) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ. (الفتح: ۲۹)

محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اوران کے صحابہ کافروں کے لئے سخت اور باہم رحمت ومودت کے شاہ کار ہیں۔

اللہ کے دشمنوں کے لئے سخت، اصولی اور بے لچک موقف رکھنا اوراپنے کلمہ گو بھائیوں کے لئے رحمت، مودت اور ہمدردی کے جذبات رکھنا ایمان کا مطلوب بھی ہےاورایمان کے کمال کی واضح دلیل بھی ہے۔ چناں چہ ارشادنبوی ہے:

مَنْ أَحَبَّ لِلّٰہِ وَأَبْغَضَ لِلّٰہِ فَقَدْ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ. (بخاری)

ترجمہ: جواللہ کے لئے محبت کرے، اوراللہ کے لئے دشمنی کرے، اس کا ایمان مکمل ہے۔

مذکورہ آیت میں صحابہ کا یہی امتیاز بنایا گیا ہے کہ ان کی محبت وعداوت، دوستی ودشمنی، تعلق وبے تعلقی کے تمام جذبات ورجحانات صرف اللہ کی مرضی کے تابع تھے، جس سے ان کے ایمان کے کمال واستحکام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(٤) لَا تَجِدُ قَوْماً یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا آبَاءَ ھُمْ أَوْ اَبْنَآ ئَھُمْ أَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ، اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ، وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ، اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ، اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلۃ: ۲۲)

ترجمہ: تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ و رسول کی مخالفت کی ہو، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے، یا بھائی یا اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت اور نقش کر دیا ہے، اور ان کے قلوب کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، اور ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہ اللہ کا گروہ ہے، یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

اِس آیت میں صحابہ کی ایمانی قوت اور دینی تصلب کا بڑے واضح اور بلند الفاظ میں ذکر فرمایا گیا ہے، اسی قوتِ ایمانی کا مظہر یہ تھا کہ صحابہ نے ایمان کی راہ میں قریب سے قریب تر رشتہ دار اور اہل تعلق سے ناطہ توڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسی ایمان کی بدولت راہِ حق کی تمام قربانیاں ان کے لئے سہل ہو گئی تھیں۔

(۵) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے برپا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہاں بھی اولین خطاب صحابہ کو ہے، اور معرفت حق کا عظیم کارنامہ انجام دینے کی بنیاد پر وہ ''خیر امت'' اور ''امت وسط'' کے امتیازی القاب کے اولین مصداق بنے، اور ان کے ایمان کو کامل قرار دیا گیا۔

(٦) أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِنْ رَّبِّهٖ. (الزمر: ۲۲)

ترجمہ: بھلا کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنے پروردگار کی عطا کی ہوئی روشنی میں آچکا ہے۔ (سنگ

دلوں کے برابر ہوسکتا ہے؟)

یہاں بھی اولین مصداق صحابہ ہیں، اور ان کے کمالِ ایمان، عقیدۂ حق پر ان کے اطمینان وشرح صدر کو واضح کر دیا گیا ہے۔

سنہ ۷ ہجری کے آغاز میں قیصر روم ہرقل کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی مکتوب پہنچنے کے بعد ابوسفیان سے مختلف سوالات کرتے ہوئے ہرقل نے یہ سوال بھی کیا تھا:

(۷) **هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِنْهُمْ سُخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ.**

ترجمہ: کیا کوئی مسلمان اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنے دین سے نفرت کر کے مرتد ہوتا ہے؟

ابوسفیان نے نفی میں جواب دیا، جس پر ہرقل نے یہ تبصرہ کیا:

كَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ. (بخاری: باب الوحی)

ترجمہ: ایمان کا یہی رنگ ہوتا ہے، جب اس کی بشاشت (انشراح کی اعلیٰ کیفیت) دلوں میں رچ بس جاتی ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا:

هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ؟

ترجمہ: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنستے بھی تھے؟

انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ! وَالإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ. (مشکاۃ المصابیح)

ترجمہ: ہاں وہ ہنستے تھے، لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھا۔

(۹) حضرت بکر بن عبداللہ کا بیان ہے:

كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَادَحُوْنَ بِالْبِطِّيْخِ، فَإِذَا كَانَتِ الْحَقَائِقُ، كَانُوْا هُمُ الرِّجَالَ.

ترجمہ: صحابہ خربوزے کے چھلکے (مذاقاً) ایک دوسرے کو مارتے تھے، یہ ان کی سادہ زندگی تھی؛ لیکن جب دین وایمان کا موقع آجاتا تھا تو وہ نہایت سنجیدہ، بے لچک، ثابت قدم اوراٹل ہوجاتے تھے۔

کمالِ عبادت وعمل

ایمانیات کے بعد اعمال وعبادات کا شعبہ ہے، حضراتِ صحابہ کرام کا کردار اس باب میں بھی انتہائی اعلیٰ وارفع اور پاکیزہ ومکمل نظر آتا ہے۔

قرآنِ کریم میں متعدد مواقع پر صحابہ کے اِس امتیاز کا واضح بیان آیا ہے:

(۱) تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: تم ان کو دیکھوگے کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں ہیں، وہ اللہ کے فضل اور رضا کی تلاش میں رہتے ہیں، ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

اعمال میں سب سے افضل اور عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے، مذکورہ آیت میں واضح فرمادیا گیا ہے کہ نماز صحابہ کا ایسا وظیفۂ زندگی اور لازمۂ حیات بن گیا تھا کہ عبادت، نماز، بندگی اور سجدے کے اثرات ان کے چہرے مہرے سے، چال ڈھال سے، بات چیت سے، گفتار ورفتار، سیرت وکردار، عادات واطوار ہر چیز سے نمایاں ہوتے تھے، ہر جگہ اُسی کی نمود ملتی تھی، ان کے چہروں کو دیکھتے ہی معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ برگزیدہ ترین گروہ ہے؛ اس لئے کہ خدا پرستی، عبادت وبندگی اور نماز وسجدہ کے انوار ان کے چہروں پر چمکتے،

دمکتے اور جگمگاتے رہتے تھے۔

(۲) اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ، وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ. (المزمل: ۲۰)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ دوتہائی رات کے قریب، اور کبھی آدھی رات، اور کبھی ایک تہائی رات (تہجد کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں، اور آپ کے صحابہ میں سے بھی ایک جماعت ایسا ہی کرتی ہے۔

اس آیت میں صحابہ کے ذوقِ عبادت، تہجد اور قیام اللیل کی پابندی اور شب بیداری کے اہتمام کو نمایاں کیا گیا ہے۔

(۳) یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ، رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِیۡتَاءِ الزَّکَاةِ، یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ. (النور: ۳۶-۳۷)

ترجمہ: ان (مسجدوں) میں صبح وشام وہ (صحابہ) تسبیح کرتے ہیں، جن کو کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے، نہ نماز قائم کرنے سے، نہ زکاۃ ادا کرنے سے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔

(٤) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰهِ، اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ. (الرعد: ۲۸)

ترجمہ: یہ (صحابہ) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

مذکورہ آیات میں صحابہ کے ذوقِ عبادت، ذکرِ الٰہی اور تسبیح ومناجات کے اہتمام کی

صراحت فرمائی گئی ہے، آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ احادیث نبویہ اور اقوالِ صحابہ وتابعین میں جا بجا جماعت صحابہ کے کمالِ عمل وعبادت کا تذکرہ ملتا ہے۔ چناں چہ چند نصوص پیش کیے جاتے ہیں:

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات ہم عشاء کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، دیر تک بیٹھے رہے، قریب آدھی رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور ہم کو بیٹھا منتظر دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا:

اِنَّكُمْ تَنْتَظِرُوْنَ صَلَاةً مَا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ. (مشكاة المصابيح ٦١، بحواله: مسلم شريف)

ترجمہ: تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔

(٦) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا أَرٰى أَحَداً يُشْبِهُهُمْ مِنْكُمْ، لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثاً غُبْراً، وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّداً وَقِيَاماً، يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ، وَيَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ، كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ، إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبُهُمْ، وَمَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ، خَوْفاً مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ، مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَاءِ، خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ، ذُبْلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ، صُفْرُ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ، عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِيْنَ، اُولٰئِكَ اِخْوَانِي الذَّاهِبُوْنَ، فَحَقٌّ لَنَا اَنْ نَظْمَأَ إِلَيْهِمْ، وَنَعَضَّ الْأَيْدِيَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ. (نهج البلاغة: ١٤٣ و١٧٧)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایسی شان دیکھی

ہے کہ میں تم سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، غبار آلود ہوتے، رات انہوں نے سجدے اور قیام میں گذاری ہوتی، کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے رخساروں پر، قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں، ان کی پیشانی (کثرت وطولِ سجود سے) ایسی سخت وخشک معلوم ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں ایسی اشک بار ہو جاتیں کہ ان کے گریبان وداماں تر ہو جاتے، اور وہ اس طرح سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں لرزتے ہوئے نظر آتے، جیسے تیز آندھی کے وقت درخت، ان کی آنکھیں فرطِ گریہ سے سفید تھیں، ان کے پیٹ روزوں کی وجہ سے پیٹھ سے لگے ہوئے ہوتے، ان کے ہوٹ دعا سے خشک ہوتے، ان کے رنگ بے خوابی اور بیداری کی وجہ سے زرد ہوتے، ان کے چہروں پر اہل خشیت کی اداسی ہوتی، یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے، ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی پیاس پیدا ہو، اور ہم ان کی جدائی پر ہاتھ مَلیں۔

صحابہ کے کردار اور عبادت وعمل اور سیرت وحیات کی منظر کشی اس سے زیادہ جامع، حقیقت پسندانہ اور اعلیٰ الفاظ واسلوب میں نہیں کی جاسکتی۔

کمالِ تقویٰ

ایمانی زندگی کی اساس اور بنیاد تقویٰ ہے، جو انتہائی جامع اور ہمہ گیر مفہوم کی حامل حقیقت ہے، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وحیات تقویٰ کی شاہ کار سیرت وحیات ہے، قرآن وسنت اور احادیث وآثار میں اس کی صراحت مختلف انداز واسلوب میں آئی ہے۔

(۱) اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی، لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ

وَاَجْرٌ عَظِيْمٌ. (الحجرات: ٣)

ترجمہ: یہ (صحابہ) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے (اور خاص کرلیا ہے) ان کے لئے مغفرت اور عظیم اجر ہے۔

(٢) وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا. (الفتح: ٢٦)

ترجمہ: اور اللہ نے ان (صحابہ) کو تقوے کی بات پر جمائے رکھا، اور وہی اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے۔

(٣) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ، وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَاناً، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (الانفال: ٦)

ترجمہ: مؤمن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور ترقی دیتی ہیں، اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(٤) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصَّابِرِيْنَ عَلٰى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلاَةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (الحج: ٣٤-٣٥)

ترجمہ: اور خوش خبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو عاجزانہ روش اختیار کرنے والے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، جو اپنے اوپر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں، اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں، اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ان آیات میں اولین مصداق صحابہ ہیں، اور ان سے ان کے کمالِ تقویٰ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

حاصل یہ کہ انبیاء کے بعد صحابہ کرام کی جماعت انسانی عالمی مرقع کی سب سے حسین ودل آویز تصویر کہلانے کی مستحق ہے، اِس جماعت کا ہر ہر فرد فیض نبوی کی وجہ سے نبوت کا شاہکار اور پوری نسل انسانی کے لئے باعث شرف وافتخار ہے، اور بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ:

''انسانیت کے مرقع میں؛ بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دل کش ودل آویز تصویر نہیں ملتی، جو صحابہ کی زندگی میں نظر آتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک ایسا انسانی مجموعہ تھا، جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد انسانی کمالات پیدا کردئے تھے، ان کا معاشرہ جس کی بنیاد صحبت نبوی، تربیت ایمانی اور تعلیماتِ قرآنی پر پڑی تھی، ایک بے خار انسانی گلدستہ تھا، جس کا ہر پھول اور ہر پتّی اس کے لئے باعث زینت تھی''۔ (دو متضاد تصویریں ۱۸و۴۲)

اہل السنّت والجماعت کا موقف

اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کی شان میں بدگوئی، بداعتقادی اور بدگمانی سب حرام ہے، یہ زندیقوں کا عمل ہے، صحابہ سے بغض ایمان کے منافی ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے، انصارِ مدینہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

لاَ یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ. (بخاری کتاب الایمان)

ترجمہ: ان سے مؤمن ہی محبت کرتا ہے، اور ان سے منافق ہی بغض رکھتا ہے۔

صحابہ کی شان میں بدکلامی اور ان کو مجروح کرنا اصلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، شخصیت اور مشن کو مجروح کرنا ہے، یہ رافضیت اور شیعیت کی علامت ہے۔

تراجم اور سیر کے مستند عالم علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

فَمَنْ طَعَنَ فِیْھِمْ اَوْ سَبَّھُمْ، فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الدِّیْنِ، وَمَرَقَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (کتاب الکبائر للذہبی)

ترجمہ: جس نے صحابہ پر طعن کیا یا ان کو گالی دی، وہ دین سے خارج اور مسلمانوں سے الگ ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے اپنی ’’کتاب الکبائر‘‘ میں ’’اَلْکَبِیْرَۃُ السَّبْعُوْنَ: سَبُّ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ: (ستروان کبیرہ گناہ: صحابہ میں سے کسی کو برا کہنا) کا عنوان قائم کیا ہے، اور متعدد احادیث کی روشنی میں واضح طور پر ثابت فرمایا ہے کہ حضرات صحابہ کی شان میں معمولی گستاخی بھی بدترین گناہ اور سنگین جرم ہے، انہوں نے یہ حدیث بھی پیش کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَاباً، فَجَعَلَ لِیْ مِنْھُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَاراً وَأَصْھَاراً، فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلاَئِکَۃِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ، لاَ یَقْبَلُ اللّٰہُ مَعَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً. (کتاب الکبائر للذهبی)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے مجھے منتخب فرمایا ہے، اور میرے لئے صحابہ منتخب فرمادئے، پھر ان میں سے میرے لئے وزیر، مددگار اور سسرالی رشتہ کے قرابت دار بنادئے، پس جو ان کو برا کہے، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، اللہ اس سے قیامت کے دن نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔

مشہور محدث امام ابوزرعہ رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:

اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَداً مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ أَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ، وَذٰلِکَ أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ، وَالْقُرْآنَ حَقٌّ، وَمَا جَاءَ بِہٖ حَقٌّ، وَاِنَّمَا رَوٰی إِلَیْنَا ذٰلِکَ کُلَّہٗ الصَّحَابَۃُ، وَھٰؤُلاَءِ یُرِیْدُوْنَ أَنْ یَجْرَحُوْا الصَّحَابَۃَ لِیُبْطِلُوْا الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ، فَھُمْ زَنَادِقَۃٌ. (الاصابة: ۱۱/۱)

ترجمہ: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی تنقیص

کررہا ہے، تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، ایسا اس لئے ہے کہ رسول برحق ہیں، قرآن برحق ہے، رسول کی لائی ہوئی تعلیمات برحق ہیں، اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہ کی روایت سے ہی پہنچی ہیں، اب یہ (مخالفین) کتاب وسنت کو باطل کرنے کے لئے صحابہ کو مجروح کرنا چاہتے ہیں؛ اس لئے یہ زندیق ہیں۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں وضاحت کرتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ حَرَامٌ مِنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ.

(صحیح مسلم مع شرح نووی: ۳۱۰/۲)

ترجمہ: جان کہ صحابہ کو برا کہنا حرام ہے، انتہائی بے ہودہ عمل اور سخت ممنوع ہے۔

مذکورہ تفصیل سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرات صحابہ کے اقوال، افعال، آراء، اجماعات اور فہم سب حجت ومعتبر ہیں، اور ان کی ادنیٰ تنقیص اور بدگمانی، بداعتقادی، بدگوئی اور ان پر تبصرہ انتہائی بے ہودہ حرکت اور حرام ہے۔

عدالتِ صحابہ اور غیر مقلدین

صحابۂ کرام کی مطلق عدالت وثقاہت امت کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے؛ لیکن اس باب میں ہمارے غیر مقلد بھائیوں کا کردار بے حد گھناؤنا ہے، مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب نے اپنی کتاب ''نزل الابرار'' میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

وَمِنْهُ يُعْلَمُ اَنَّ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْ هُوَ فَاسِقٌ، كَالْوَلِيْدِ، وَمِثْلُهٗ يُقَالُ فِيْ حَقِّ مُعَاوِيَةَ وَعَمْرٍو وَمُغِيْرَةَ وَسَمُرَةَ. (نزل الابرار: ۹٤/۳)

ملحوظ رہے کہ یہ کتاب غیر مقلد مکتب فکر کے مسلک اور عقائد کی معتبر ترجمان سمجھی جاتی ہے، اور یہی عقیدہ تمام اکابر واصاغر غیر مقلدین کا ہے۔

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ میں سے کچھ فاسق ہیں، جیسے ولید بن عقبہ، اور اسی جیسی بات معاویہ، عمرو بن ابی العاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے بارے میں کہی جاتی ہے۔

غور فرمایا جائے یہ حضرات صحابہ کی شان میں آخری درجہ کی گستاخی کے جملے ہیں، قرآنِ کریم کی سورۃ الحجرات کی آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ. (الحجرات: ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچادو، اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔

اس آیت کا پس منظر ایک واقعہ ہے، قبیلہ بنو المصطلق کی زکاۃ وصول کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہؓ صحابی کو بھیجا، جب یہ اُس بستی کے قریب پہنچے، تو وہ لوگ ان کے استقبال کے لئے جمع تھے، کسی نے حضرت ولید کو یہ بتادیا کہ یہ لوگ لڑائی کے لئے جمع ہیں۔ چناں چہ حضرت ولید وہیں سے واپس ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ لوگ تو لڑائی کے ارادے میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو مقرر فرمایا کہ تحقیق کریں، اور اگر ایسا ہی ہو تو ان سے جہاد کریں، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ تو استقبال کے لئے آئے تھے نہ کہ لڑائی کے لئے، اس پر یہ آیت اتری۔

اس واقعہ کو سامنے رکھ کر بعض حضرات بالخصوص غیر مقلدین نے ''فاسق'' کا مصداق حضرت ولید کو قرار دیا، اور اس بنیاد پر عدالت صحابہ کے منکر ہوگئے، جب کہ یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اولاً تو سند کے لحاظ سے اِس واقعہ کی روایات کم زور، متعارض اور مختلف ہیں؛ لہٰذا ناقابل استدلال ہیں، دوسرے یہ کہ اس واقعہ میں حضرت ولید نے غلط فہمی کی بنیاد پر

واپسی کا اقدام کیا، جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولے، اس لئے ان کو ’’فاسق‘‘ کہنا بالکل غلط ہے۔

اور سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ ابن جریر طبریؒ کے بقول اس آیت میں ’’فاسق‘‘ کا مصداق حضرت ولید نہیں؛ بلکہ وہ شیطان ہے جس نے انسانی شکل میں آ کر حضرت ولید کو بتایا کہ یہ لوگ تمہارے قتل کے ارادے سے جمع ہیں۔ (تفسیر طبری: ۲۸۶/۲۲) لہٰذا یہ لفظ صحابی پر نہیں، اُس جھوٹے مخبر پر چسپاں ہوتا ہے۔

اہل السنّت والجماعت کا اجماعی مسلک یہ ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں، ان میں کوئی ایک بھی فاسق و فاجر نہیں ہے، حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے:

فَهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ وَخَيْرُ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، ثَبَتَتْ عَدَالَةُ جَمِيْعِهِمْ بِثَنَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ، وَثَنَاءِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا اَعْدَلَ مِمَّنْ ارْتَضَاهُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَنُصْرَتِهٖ، وَلَا تَزْكِيَةَ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَا تَعْدِيْلَ أَكْمَلُ مِنْهُ. (الاستيعاب: ۲/۱)

ترجمہ: صحابہ خیر القرون ہیں، خیر امت ہیں، انہیں انسانوں کی ہدایت کے لئے برپا کیا گیا ہے، تمام صحابہ کا عادل ہونا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح وثناء سے ثابت ہے، اس سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ہوسکتا، جسے اللہ نے اپنے نبی کی رفاقت اور نصرت کے لئے پسند فرمایا ہو، نہ اس سے بڑھ کر کوئی تزکیہ ہوسکتا ہے اور نہ اس سے مکمل کوئی تعدیل، تصدیق اور توثیق ہوسکتی ہے۔

امام ابن الاثیر جزریؒ لکھتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ يُشَارِكُوْنَ سَائِرَ الرُّوَاةِ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ اِلَّا فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ، فَاِنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ، لَا يَتَطَرَّقُ اِلَيْهِمُ الْجَرْحُ، لِاَنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ زَكَّيَاهُمْ وَعَدَّلَاهُمْ، وَذٰلِكَ مَشْهُوْرٌ لَا يُحْتَاجُ لِذِكْرِهٖ. (اسد الغابة: ۳/۱)

ترجمہ: صحابہ حفظ واتقان کے تمام اوصاف میں عام راویوں کے ساتھ شریک ہیں، مگر جرح وتعدیل میں شریک نہیں ہیں؛ اس لئے کہ وہ سب عادل ہیں، ان پر جرح راہ نہیں پاسکتی؛ کیوں کہ اللہ ورسول نے ان کو پاک صاف، ثقہ اور عادل قرار دیا ہے، اور یہ اتنی مشہور حقیقت ہے جس کے تذکرے کی حاجت نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ اَهْلُ الْحَقِّ عَلٰی قُبُوْلِ شَهَادَاتِهِمْ وَرِوَايَاتِهِمْ وَكَمَالِ عَدَالَتِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ. (صحيح مسلم: ۲۷۳/۲)

ترجمہ: تمام اہل حق صحابہ کی گواہی اور روایات کے مقبول ہونے پر اور ان کے مکمل عادل ہونے پر متفق ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں عدالت صحابہ کے عنوان سے پوری فصل لکھی ہے، اور واضح کیا ہے کہ تمام اہل السنّت والجماعت باتفاقِ رائے تمام صحابہ کی عدالت وثقاہت اور شانِ صحابیت کی بے مثال عظمت کے قائل ہیں۔ (۱/۶-۷) خطیب بغدادی نے مختلف اہل علم سے تمام صحابہ کے حجت اور ثقہ ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ (الکفایۃ ۴۱۵)

مقام فکر ہے کہ جس جماعت صحابہ کو قرآن وسنت کی تصریحات بلا استثناء عادل وصالح قرار دے رہی ہیں، اور جس کے تقویٰ وتدین کی شہادت قرآن میں خدائے عزوجل نے بار بار دی ہے، اس جماعت کے تعلق سے غیر مقلدین کا گستاخ ودریدہ دہن طبقہ فسق وفجور کی نسبت کرتا ہے۔ قرآنِ کریم کی زبان میں اس طرزِ عمل پر یہی کہا جاسکتا ہے:

سُبْحَانَكَ، هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ، يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. (النور: ۱۶-۱۷)

ترجمہ: یااللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، یہ تو بڑا زبردست بہتان ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر دوبارہ کبھی ایسی حرکت مت کرنا، اگر تم ایمان والے ہو۔

غیر مقلدین اور تنقیصِ صحابہ

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا ذہن کیا ہے؟ ذیل میں اس کی چند جھلکیاں سامنے آئیں گی، یہ آئینہ ہے، دیکھا جا سکتا ہے کہ تن تنہا حدیث اور دین پر عمل کے دعوے داروں اور ٹھیکے داروں کا معیار کس قدر پست اور کردار کس درجہ گھناؤنا ہے؟

ترضّی (رضی اللہ عنہ کہنے) کا مسئلہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزماں اپنی مشہور کتاب ''کنز الحقائق'' میں اپنی ذاتی رائے نہیں؛ بلکہ صراحت کے ساتھ اپنی جماعت کا یہ عقیدہ نقل کرتے ہیں:

وَيُسْتَحَبُّ التَّرَضِّيْ لِلصَّحَابَةِ، غَيْرَ أَبِيْ سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ وَعَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ وَمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ. (کنز الحقائق: ۲۳٤)

ترجمہ: صحابہ کو ''رضی اللہ عنہم'' کہنا مستحب ہے؛ لیکن ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہم) کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآنِ کریم تمام صحابہ کرام کو بلا استثناء ''حزب اللہ'' (اللہ کا گروہ) قرار دینے کے بعد ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کا اعلان فرماتا ہے، اور ان کے فلاح کا ذکر کرتا ہے؛ لیکن یہ غیر مقلدین جماعت صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک کے لئے ترضّی (رضی اللہ عنہم کہنے) کے قائل ہیں، اور دوسرے کے لئے اسے ناپسند کرتے ہیں، اس سے غیر مقلدین کا تنقیص صحابہ کا مزاج سمجھا جا سکتا ہے۔

غیر صحابہ کی صحابہؓ پر برتری

غیر مقلدوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بعد کے دور کے مسلمان صحابہؓ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں، اور بعد میں متعدد ایسے لوگ ہوئے جن کا مقام غیر مقلدین کے یہاں صحابہ سے بڑھا ہوا ہے۔ نواب وحید الزماں نے لکھا ہے:

فَاِنَّ كَثِيْراً مِنْ مُتَأَخِّرِیْ عُلَمَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَانُوْا أَفْضَلَ مِنْ عَوَامِّ الصَّحَابَةِ فِیْ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ وَنَشْرِ السُّنَّةِ، وَهٰذَا مِمَّا لَا يُنْكِرُهٗ عَاقِلٌ. (هدية المهدی: ۱/ ۹۰)

ترجمہ: اس امت کے بہت سے صحابہ کے بعد آنے والے علماء علم، معرفتِ الٰہی، اور سنت کی اشاعت میں عام صحابہ سے افضل تھے، یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار کوئی عقل مند نہیں کرسکتا۔

ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث پاک:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. (متفق علیه)

ترجمہ: سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہ) پھر جو ان سے متصل ہیں (تابعین) پھر جو ان سے متصل ہیں۔ (تبع تابعین)

کے ذریعہ واضح الفاظ میں گروہِ صحابہ کو سب سے افضل اور بہتر بتا رہے ہیں، اور اس میں عوام صحابہ وخواص صحابہ کی کوئی تفریق وتمیز بھی نہیں فرما رہے ہیں؛ لیکن دوسری طرف یہ گستاخ غیر مقلدین ہیں جنہیں بعد والوں کو صحابہ سے افضل قرار دینے میں کوئی باک نہیں ہو رہا ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب ہی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اولیاء کرام کو بہت سے ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو صحابہ کو حاصل نہیں، اور بالکل غلط طور پر مشہور تابعی امام محمد بن سیرین کی طرف یہ نسبت کردی کہ ان کے نزدیک امام مہدی کا مقام حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے بڑھا ہوا ہے۔ (ایضاً)

ایسی بے بنیاد بات، غلط انتساب، مشہور تابعی کو بدنام کرنے اور صحابہ کی توہین کی اس حرکت سے غیر مقلدوں کا فکری ضلال واضح ہوتا ہے۔

تفضیل شیخین

اہل السنّت والجماعت کے نزدیک تفضیل شیخین (حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ کا تمام مسلمانوں سے افضل ہونا) مسلمہ عقیدہ ہے، یہ اجماعی مسئلہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا نَعْدِلُ بِأَبِيْ بَكْرٍ اَحَداً ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ، كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ: أَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (مشكاة المصابيح ٥٥٥ بحواله بخاری وابوداؤد)

ترجمہ: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر حضرت عمر کے برابر، پھر حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد ہم صحابہ کے درمیان کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے، ہم آپ کی موجودگی میں کہتے تھے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر ہیں، پھر حضرت عثمان ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لَا نُؤَخِّرُ مَنْ قَدَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلاَ نَرْضىٰ لِدُنْيَانَا مَنْ ارْتَضَاهُ لِدِيْنِنَا. (تحفة الالمعی ٤٢٠/٨)

ترجمہ: جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم رکھا ہو، ہم اسے مؤخر نہیں

کر سکتے، جسے آپ نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا، کیا ہم اسے اپنی دنیا کے لئے پسند نہیں کریں گے؟

غیر مقلدین اس کو تسلیم نہیں کرتے، اور افضلیت شیخین کے اس اہم مسئلے کو نہیں مانتے۔ نواب وحید الزماں نے لکھا ہے:

لَا یُقَالُ: اِنَّ تَفْضِیْلَ الشَّیْخَیْنِ مُجْمَعٌ عَلَیْهِ، حَیْثُ جَعَلُوْهُ مِنْ أَمَارَاتِ أَهْلِ السُّنَّةِ، لِأَنَّا نَقُوْلُ: دَعْوٰی الإِجْمَاعِ غَیْرُ مُسَلَّمٍ.

(هدية المهدى ٩٦/١)

ترجمہ: یہ نہ کہا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے؛ کیوں کہ علماء نے اسے اہل السنّت ہونے کی علامتوں میں سے رکھا ہے، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ: اجماع کا دعویٰ ہم کو تسلیم ہی نہیں ہے۔

اس عبارت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ غیر مقلدوں کو:

(۱) نہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا اعتراف ہے۔

(۲) اور نہ اجماع کا دعویٰ قابل قبول ہے۔

قولِ صحابی

غیر مقلدین کے نزدیک حضرات صحابہ کے اقوال (آثار و موقوفات) معتبر اور حجت نہیں ہیں، غیر مقلدوں کے فتاویٰ نذیریہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ:

''اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتویٰ صحیح ست، تاہم از و احتجاج صحیح نیست، زیرا کہ قولِ صحابی حجت نہیں''۔ (فتاویٰ نذیریہ ۳۴۰/۱)

ترجمہ: اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابن عباس و ابن زبیر کا فتویٰ صحیح ہے، تب بھی اس سے استدلال درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خاں صاحب قراءت خلف الامام کے مسئلے میں حضرت جابرؓ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کے مرفوع ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور اسے قولِ صحابی قرار دے کر رد کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

قولِ صحابی حجت نیست۔ (عرف الجادی ۱۰۱)

ترجمہ: صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

فعل صحابی

اقوالِ صحابہ کی طرح افعالِ صحابہ بھی غیر مقلدوں کے نزدیک نا معتبر ہیں، اور حجت نہیں بن سکتے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

وَفِعْلُ الصَّحَابِیُّ لاَ یَصْلُحُ لِلْحُجَّةِ. (التاج المکلل ۲۹۲)

ترجمہ: صحابی کا فعل شرعی دلیل بننے کے قابل نہیں ہوتا۔

فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

وَأَفْعَالُ الصَّحَابَةِ لَا تَنْهَضُ لِلِاحْتِجَاجِ بِهَا. (فتاویٰ نذیریه: ۱/۱۹٦)

ترجمہ: صحابہ کے افعال قابل استدلال نہیں ہیں۔

صحابہ کی رائے اور فہم

غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کا فہم حجت نہیں ہے اور دین میں ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، چناں چہ فتاویٰ نذیریہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔ (۱/۶۲۲) اسی طرح ''عرف الجادی'' میں صراحت کردی گئی ہے کہ صحابہ کی رائے بالکل قابل قبول نہیں ہے، اور صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں ہے۔ (عرف الجادی ۲۰۷)

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے صاف واضح کیا ہے کہ ہمارا دستور العمل کتاب وسنت سے استدلال ہے، کسی اور کا قول ہمارے لئے دلیل نہیں ہے، صحابہ کے موقوفات اور ان کے اقوال وآراء حجت نہیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ترجمان وہابیہ ۲۰، بدور الاہلۃ ۱۳۹)

صحابہ کا نصوص کے خلاف عمل

غیر مقلدین کا یہ گستاخانہ نقطۂ نظر بھی ہے کہ صحابۂ رسول جان بوجھ کر قرآن وحدیث کے نصوص کے خلاف عمل کیا کرتے تھے، اور کسی چیز کو حرام اور گناہ جانتے ہوئے بھی اس کا ارتکاب کرلیا کرتے تھے۔ مولانا رئیس سلفی ندوی سابق استاذ جامعہ سلفیہ بنارس نے اپنی تحریرات میں جابجا ایسی گستاخیاں کی ہیں، طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں لکھتے ہیں:

''ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگر چہ واقع مانتے ہیں، مگر یہ سارے صحابہ بیک وقت تین طلاق دے ڈالنے والے فعل کو حرام ومعصیت اور خلافِ نصوصِ کتاب وسنت قرار دینے پر متفق ہیں.........سوال یہ ہے کہ ازروئے شریعت جو فعل حرام ومعصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو، اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم وواقع مان لینا دوسروں کے لئے دلیل وشرعی حجت کیوں کر ہوسکتا ہے؟ (تنویر الآفاق ۵۱و۵۴)

مذکورہ اقتباس سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ:

(۱) صحابہ کرام ایسے کام بھی کرلیتے تھے، جو نصوصِ کتاب وسنت کے خلاف ہوں۔

(۲) صحابہ وہ کام بھی کرلیا کرتے تھے جو ازروئے شرع حرام ہوں۔

(۳) صحابہ ایسے اعمال بھی کرلیتے تھے جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(۴) صحابہ کی رائے دین میں حجت اور معتبر نہیں ہے۔

غور کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کی شان میں اتنی گستاخانہ جسارتیں غیر مقلدین کے کردار کا کون سا رخ پیش کررہی ہیں؟

مولانا رئیس ندوی مزید لکھتے ہیں:

''بہت سے صحابہ وتابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے''۔ (تنویر الآفاق ۴۷)

اس جملے سے بہت واضح طور پر غیر مقلدین کا صحابہ کے تعلق سے انتہائی مکروہ اور گستاخانہ موقف سمجھا جاسکتا ہے۔

صحابہ کا دانستہ غلط فتویٰ

غیر مقلدین کی صراحتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام متعدد مسائل میں جان بوجھ کر کتاب وسنت کے خلاف غلط فتوے صادر کیا کرتے تھے، جامعہ سلفیہ کے استاذ رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم یہ دیکھتے ہیں کہ متعدد صحابہ ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کا اگر چہ فتویٰ دیتے تھے، مگر بہ صراحت ان سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ نصوصِ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور حرام ونا جائز بھی''۔ (تنویر الآفاق ۱۰۵)

اس اقتباس کا حاصل یہی ہیکہ متعدد صحابہ جان بوجھ کر نصوص کے خلاف فتوے دیتے تھے، اور خود بھی حرام میں مبتلا ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی مبتلا کرتے تھے۔ مزید لکھتے ہیں:

''حالاں کہ پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاویٰ حجت نہیں بنائے جاسکتے، جو نصوصِ کتاب وسنت کے خلاف ہوں''۔ (تنویر الآفاق ۵۱۵)

ایک طرف اجماع کے معتبر ہونے کا انکار بھی ہے، دوسری طرف اپنے خود ساختہ مفروضے پر جھوٹے اور مغالطہ انگیزی پر مبنی اجماع سے استدلال بھی، اسے بوالعجبی ہی کہا جاسکتا ہے، پھر یہ دیدہ دلیری بھی کہ (معاذ اللہ) صحابہ کرام (جن کے تقویٰ کی شہادت نصوص نے دی ہے) نصوص کے خلاف بھی فتوے دیا کرتے تھے، اور ''المھدیین'' (ہدایت یافتہ اور مظہر ہدایت افراد) کے لقب سے بارگاہِ نبوت سے سرفراز لوگ اپنے ''خلافِ نصوص'' فتوؤں سے امت کو گمراہ کرتے تھے، صحابہ کی شان میں اس سے بڑی گستاخی کیا ہوگی؟

سنتِ خلفائے راشدین

اہل السنّت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل مستقل سنت ہے، ان کی مستقل سنت حجت اور معتبر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سنت کی پیروی اورالتزام کا صریح حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (مشكاة المصابيح ٣٠، بحواله ترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو مضبوطی سے تھام لو، اور دانتوں تلے قوت سے اسے دبالو (التزام کرو)

خود امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

فَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ هِيَ مِمَّا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَرَسُوْلُهٗ، وَعَلَيْهِ اَدِلَّةٌ شَرْعِيَّةٌ كَثِيْرَةٌ. (فتاویٰ شیخ الاسلام ١٠٨/٤)

ترجمہ: خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ ورسول نے دیا ہے، اور اس پر بہت سے شرعی دلائل ہیں۔

لیکن غیر مقلدین نے خلفاء راشدین کی مستقل سنت کے حجت اور معتبر ہونے کا صاف انکار کر دیا ہے، مذکورہ حدیث کی شرح میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے پوری قوت سے صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت کو نامعتبر قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفۃ الأحوذی)

ہم ان حضرات غیر مقلدین سے ادب کے ساتھ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر خلفاء راشدین کی مستقل سنت معتبر وحجت نہیں؛ بلکہ نامعتبر ہے، بدعت اور غلط ہے، تو پھر انہیں ''الراشد'' اور ''المہدی'' جیسا بلند لقب کیسے دیا جاسکتا ہے؟ بدعتی راشد ومہدی کیسے ہوسکتا ہے؟ حالاں کہ یہ القاب خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے ہیں، جن کو ''الصادق المصدوق'' ماننا اجماعی عقیدہ ہے، معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کی سنت مستقلہ کا انکار انحراف اور ضلال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خلفاء راشدین کی طرف سے احکام شرعیہ کے خلاف اپنی ذاتی آراء پر مبنی احکام کی تنفیذ

غیر مقلدین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خلفائے راشدین بسا اوقات کتاب وسنت کے شرعی

احکام کے خلاف اپنی ذاتی رائے اور شخصی مصالح پر مبنی احکام صادر ونافذ کردیا کرتے تھے۔ رئیس سلفی صاحب نے لکھا ہے:

''اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفاء راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کرچکے تھے، ان احکام کے سلسلے میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کردیا''۔ (تنویر الآفاق ۱۰۷)

موصوف نے اپنی اس فکر کو مختلف انداز سے کئی بار نقل کیا ہے، اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ خلفاء راشدین:

(۱) احکام شرعیہ کے خلاف احکام صادر کرتے تھے۔

(۲) بہت سے مسائل میں کتاب وسنت کے خلاف موقف رکھتے تھے۔

(۳) امت نے اجماعاً ان کے ایسے احکام کو رد کردیا ہے۔

تمام علمی ذخائر کا جائزہ لینے کے بعد بھی کہیں سے ان تینوں باتوں کی صداقت اور واقعیت کا کوئی سراغ ہم کو نہیں مل سکا، نہ کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ خلفاء راشدین نے کتاب وسنت کے خلاف کوئی حکم بیان کیا اور نافذ کیا، اور نہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ان کے کسی حکم کو اجماعاً امت نے رد کردیا، غیر مقلدین اپنے آپ کو پوری امت قرار دے رہے ہوں، تو یہ ان کی خود فریبی ہے، اہل حق ہر دور میں خلفاء راشدین اور جماعت صحابہ کے عقیدت مند، متبع اور عاشق رہے ہیں۔ حضرت ایوب سختیانی نے بجا فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّ ابَابَكْرٍ فَقَدْ أَقَامَ مَنَارَ الدِّيْنِ، وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَوْضَحَ السَّبِيْلَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدْ اسْتَنَارَ بِنُوْرِ اللّٰهِ، وَمَنْ أَحَبَّ عَلِياً فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقىٰ، وَمَنْ قَالَ الْخَيْرَ فِيْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ. (فضائل صحابه بحواله ذهبی ٢٤، از: حضرت شیخ الحدیثؒ)

ترجمہ: جس نے حضرت ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کا منار قائم کردیا، اور جس نے حضرت عمرؓ سے محبت کی، اس نے راستہ واضح کردیا، جس نے حضرت عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور سے منور ہوگیا، جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کی اس نے مضبوط حلقہ قوت سے پکڑ لیا، اور جس نے صحابہ کے بارے میں خیر کی بات کہی وہ نفاق سے بری ہوگیا۔

غیر مقلدین اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

غیر مقلدین خلفائے راشدین اور حضراتِ صحابہ میں سب سے زیادہ نشانہ اور ہدفِ طعن وملامت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتے ہیں، اور ان کی شان میں بڑی گستاخیاں کرتے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے، یہ وہی حضرت عمر ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الفاروق'' (حق وباطل میں امتیاز کرنے والے) کا لقب عطا فرمایا، جن کے لئے آپ نے دعا کی، اور ان کا قبولِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مستجاب ومقبول ہونے کا مظہر بنا، اور اہل ایمان کی عزت کا باعث اور سبب ہوا، اور صحابہ یہ کہہ پڑے:

مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ.

ترجمہ: جب سے عمر اسلام لائے، ہم باعزت ہوگئے۔

یہی حضرت عمر ہیں، جن کو آپ نے جلوت وخلوت میں بار بار جنت کی بشارت دی، اور ان کے ایمانِ کامل، علم کامل، عمل کامل اور صلاح کی شہادت زبانِ نبوت سے بار بار بیان ہوئی، مندرجہ ذیل ارشادات دیکھئے:

(۱) بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَمَرَّ عَلَيَّ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ، قَالُوا: مَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلدِّيْنَ. (بخاری شریف: کتاب الایمان)

ترجمہ: اسی درمیان کہ میں سو رہا تھا، میں نے خواب دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جارہے ہیں، لوگوں نے کرتے پہن رکھے ہیں، کسی کا کرتا سینوں تک ہے، کسی کا اور نیچے تک، حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے، ان کا کرتا نیچے تک گھسٹ رہا تھا، صحابہ نے پوچھا: آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا: دین (یعنی کرتے سے مراد دین ہے)

اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمانِ کامل اور یقین محکم کو سمجھا جاسکتا ہے۔

(۲) بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ رَأَيْتُ قَدَحاً فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ، حَتّٰى إِنِّيْ لَأَرىٰ الرِيَّ يَجْرِيْ فِيْ أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ، قَالَ: اَلْعِلْمَ. (بخاری : کتاب العلم)

ترجمہ: اسی درمیان کہ میں سو رہا تھا، کہ میں نے دودھ کا پیالہ دیکھا، میں نے اس سے خوب پیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں میں جاری ہے، پھر میں نے بچا ہوا دودھ حضرت عمر کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا: اس کی کیا تعبیر ہے؟ فرمایا: علم۔ (دودھ سے علم مراد ہے)

اس حدیث شریف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی رسوخ و کمال جانا جاسکتا ہے۔

(۳) لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ. (ترمذي: كتاب المناقب)

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ نبی ہوتے۔

واضح کردیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمالاتِ نبوت کے حامل ہیں، یہ ان کی غایت درجہ فضیلت ہے۔

(٤) اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلىٰ لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ.

(ترمذی شریف: کتاب المناقب)

ترجمہ: اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے۔

ہمیشہ دل میں حق بات آنا اور وہی زبان پر جاری ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے نظیر فضیلت ہے، جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اُن کی رائے کو معتبر مان کر بیس سے زائد آیات اللہ نے ان کی تائید میں قرآن میں نازل فرما دیں۔

(۵) **يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكاً فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجاً غَيْرَ فَجِّكَ.** (بخاری: کتاب المناقب)

ترجمہ: اے ابن خطاب! اُس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم جس راستے پر چلتے ہو، شیطان اُس راستے پر نہیں چلتا۔

ایک موقع پر فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: اے عمر! شیطان یقیناً تم سے ڈرتا ہے۔

(٦) **رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، يَقُوْلُ الْحَقَّ، وَإِنْ كَانَ مُراًّ، تَرَكَهُ الْحَقُّ، وَمَالَهٗ مِنْ صَدِيْقٍ.** (ایضاً)

ترجمہ: اللہ عمر پر رحم کرے، وہ حق ہی کہتے ہیں، اگرچہ تلخ ہو، حق گوئی نے ان کو بنا دوست کے چھوڑ دیا ہے، (یعنی حق گوئی میں وہ کسی کے تعلق کی پرواہ نہیں کرتے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مقام عظمت کو- جو صریح احادیث سے ثابت ہوتا ہے -سامنے رکھا جائے، اور دوسری طرف انہیں حضرت عمر کے تعلق سے غیر مقلدین کے تبصرے اور جسارتیں دیکھی جائیں تو ان کی صحابہ دشمنی بالکل طشت ازبام ہو جاتی ہے، غیر مقلدین کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کو بدل ڈالا تھا، اور قرآن کے احکام میں اپنی رائے سے ترمیم وتحریف کر ڈالی تھی۔

غیر مقلدین کے بڑے مقتدا مولانا محمد جونا گڈھی نے لکھا ہے:

''بہت سے صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی، اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروقِ اعظم بے خبر تھے''۔ (طریق محمدی ۴۱)

اسی طرح جامعہ سلفیہ کے استاذ رئیس سلفی صاحب نے اپنی تصنیفات میں جگہ جگہ حضرت عمر سے بغض وعداوت کا اظہار بڑی بے باکی اور گستاخی کے ساتھ کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

موصوف عمر نے باعترافِ خویش (طلاق کے) قرآنی حکم میں ترمیم کردی، اس قرآنی حکم میں موصوف نے یہ ترمیم کی کہ تین قرار پانے لگیں''۔ (تنویر الآفاق ۴۹۸)

مزید تحریر کرتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ کسی نصوص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ (حضرت عمرؓ وابن مسعودؓ) کے موقف کو لائحۂ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جاسکتا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چوں کہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں نے نصوصِ شرعیہ کے خلاف موقف اختیار کرلیا تھا؛ اس لئے ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے''۔ (ایضاً ۸۷-۸۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نصوصِ کتاب وسنت نہ سمجھ پانے کا طعن عائد کرتے ہوئے رئیس سلفی لکھتے ہیں:

''قرآنِ مجید کی دو آیتوں اور پچاسوں حدیثوں میں تیمّم سے نماز کی اجازت ہے، حضرت عمر وابن مسعودؓ کے سامنے یہ آیات واحادیث پیش ہوئی تھیں، پھر بھی ان کی سمجھ میں بات نہیں آسکی''۔ (ایضاً ۴۱۸)

کیا نقل کیا جائے اور کیا چھوڑا جائے؟ گالیوں کا ایک طومار ہے، جو خلفائے راشدین اور بالخصوص حضرت عمرؓ کے خلاف غیر مقلدین کے اکابر واصاغر سب نے کھڑا کردیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ پر اعتماد فرمارہے ہیں، امت کو ان کی اقتداء کا حکم دے رہے ہیں، مگر ہمارے غیر مقلد بھائی حدیث پر عمل کے دعووں کے باوجود امت کے سامنے صحابہ کی مقدس شبیہ بگاڑ بگاڑ کر پیش کررہے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اسے دین کی

خدمت سمجھ رہے ہیں، انسان ذہنی طور پر دیوالیہ اور عقلی طور پر مفلوج ہو جائے تو پھر یہی نمونے اور مناظر سامنے آتے ہیں، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

غیر مقلدین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی معروف روایت ہے، فرماتی ہیں:

لَوْ أَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ، لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ، کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ.

(بخاری شریف: ۱۲۰/۱، مسلم شریف ۱۸۳/۱)

ترجمہ: عورتوں نے اظہار زینت اور نمائش حسن کا جو طریقہ ایجاد کرلیا ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ملاحظہ فرمالیتے، تو عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔

یہ روایت غیر مقلدین کو ہضم نہیں ہوتی، اس کے جواب میں وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کا طوفان کھڑا کردیتے ہیں، غیر مقلدین کے مشہور فتاویٰ نذیریہ میں اس روایتِ عائشہؓ کو بنیاد بنا کر انتہائی گستاخانہ تبصرہ کیا گیا ہے، اور حضرت عائشہ کی اِس روایت کو (۱) حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ مخالفت (۲) اپنی رائے اور قیاس کو دین میں داخل کرنے کی شیطانی حرکت (۳) اور شریعت کو بالکل بدل ڈالنے کی جرأت قرار دیا گیا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ۶۲۲)

مولوی عبدالحق بنارسی غیر مقلد نے تو (نعوذ باللہ) حضرت عائشہؓ کو مرتد قرار دے دیا اور اپنا علم صحابہ کے علم سے بڑھا ہوا بتایا ہے۔ (کشف الحجاب ۲۹)

مقام فکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

(مسلم شریف، ترمذی شریف: ابواب المناقب)

ترجمہ: حضرت عائشہ کو تمام عورتوں پر اِس طرح برتری حاصل ہے جیسے ثرید کھانے (عربوں کا مخصوص کھانا) کو تمام کھانوں پر برتری حاصل ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْکَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قَالَ: مِنَ الرِّجَالِ: قَالَ أَبُوْهَا. (ترمذی شریف: ابواب المناقب)

آپ کو سب سے محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، پوچھا: مردوں میں، فرمایا: عائشہ کے باپ۔

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ فضل وکمال ہے جو زبان نبوت سے بیان ہورہا ہے، لیکن غیر مقلدین پوری امت کی ماں، حرم رسولؐ، اور فضل وفقاہت میں تمام خواتین میں سب سے ممتاز وکامل خاتونِ جنت پر یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اُس نے گمراہی کی، شیطانی عمل کیا، شریعت میں تبدیلی کردی، اور سنت کی دانستہ مخالفت کی، کیا صحابہ وصحابیات؛ بلکہ پیغمبر کی شان میں اس سے بڑی کوئی اور گستاخی تصور کی جاسکتی ہے؟

غیر مقلدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابیٔ جلیل ہیں، **افقه الأمة** (امت کے سب سے بڑے فقیہ) کہلاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ہیں، آپ اُن کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّراً أَحَداً مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ مَشْوُرَةٍ، لَأَمَّرْتُ عَلَيْهِمْ اِبْنَ أُمِّ عَبْدٍ. (ترمذی شریف: ابواب المناقب)

ترجمہ: اگر میں صحابہ میں سے کسی کو مشورہ کے بغیر امیر بناتا تو ضرور ان پر ام عبد کے بیٹے (ابن مسعودؓ) کو امیر بناتا۔

پوری امت کو حکم نبوی ہے:

رَضِیْتُ لَکُمْ مَا رَضِیَ لَکُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ. (مستدرك الحاكم)

ترجمہ: میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود تمہارے لئے پسند کریں۔

امت کو خطابِ نبوی ہے:

خُذُوْا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَأُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ. (مسلم، ترمذی، المناقب)

ترجمہ: تم لوگ چار شخصوں سے قرآن اخذ کرو، ابن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم سے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے:

کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَقْرَبَ النَّاسِ هَدْیاً وَدَلًّا وَسَمْتاً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوْظُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ هُوَ مِنْ أَقْرَبِهِمْ إِلَی اللّٰهِ زُلْفیٰ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سیرت، خصلت اور دینی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں، اور بخدا اکابر صحابہ جانتے ہیں کہ وہ صحابہ میں سب سے عالی رتبہ لوگوں میں ہیں۔

لیکن اس جلیل القدر صحابی کے بارے میں غیر مقلدین کا خیال یہ ہے کہ رفع یدین اور آمین کے مسئلے میں وہ شرعی نصوص اور احادیث کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے تھے، بہت سے شرعی معاملات میں نصوص کے خلاف موقف اختیار کرتے تھے، یہاں تک- جیسا کہ ذکر آچکا ہے- غیر مقلدین کے بقول حضرت ابن مسعودؓ کی سمجھ میں نہ حدیث آتی تھی اور نہ قرآن۔ (تنویر الآفاق ۴۱۸) بلکہ وہ شرعاً ساقط الاعتبار (قطعاً نا قابل اعتبار) آدمی تھے۔ (ایضاً ۱۶۵) بلکہ

یہ بھی لکھ دیا گیا کہ ابن مسعود کو نماز تک پڑھنی نہیں آتی تھی، اور دین کی بہت سی باتیں وہ بھول گئے تھے، غیر مقلدین کے پیشوا مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کے الفاظ ہیں:

فَالظَّاهِرُ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَدْ نَسِيَهُ كَمَا نَسِيَ اُمُوْراً كَثِيْرَةً.

(تحفة الاحوذی ۱/۲۲۱)

ترجمہ: ظاہر ہے کہ ابن مسعود (رفع یدین کی حدیث وحکم) بھول گئے تھے، جیسا کہ دین کی بہت سی باتیں وہ بھول گئے تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ جیسے عظیم المرتبت صحابی کے بارے میں مدعیانِ عمل بالحدیث غیر مقلدین کے یہ تبصرے ان کے فکری افلاس اور قلبی انحراف کا روشن ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

غیر مقلدین اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طلاقِ ثلاثہ کے مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں، ان کا فتویٰ ہے کہ تین طلاقیں تین ہوتی ہیں، یہ بات غیر مقلدین کو ہضم نہیں ہوتی ہے، اور اس فتوے کی بنیاد پر غیر مقلدین کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کتاب وسنت کا مخالف، باغی اور شریعت کی خلاف ورزی کا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تنویر الآفاق: رئیس سلفی ۴۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِن عم زاد صحابی (ابن عباسؓ) کے لئے دعا کی تھی:

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷/۱۸۸)

ترجمہ: خدایا! انہیں دین کا فقہ عطا فرمادے اور تاویل (تفسیر قرآن) کا علم عطا کردے۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَالْكِتَابَ. (بخاری: المناقب)

ترجمہ: اے اللہ! انہیں حکمت (سنت، بصیرت، اصابت فی القول

والعمل)اور قرآن کا علم عطا فرما دیجئے۔

آپ کی اِن مقبول دعاؤں کا فیض تھا کہ امت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے تبحر علمی اور خاص ملکۂ فہم قرآن کی وجہ سے ''ترجمان القرآن'' اور ''رئیس المفسرین'' (مفسرین کے سردار) اور ''حبر الأمة'' (امت کے سب سے بڑے عالم) کے القاب سے یاد کیا اور کررہی ہے، حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں بڑے صحابہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے تمام مشوروں میں ان کے رسوخِ علمی کی بناپر ضرور شریک رکھتے تھے، یہ ان کا مقام عظمت ہے؛ لیکن غیر مقلدین کو ان سے اِس درجہ بَیر ہے کہ ان کے فتوے کو نصِ قطعی کی مخالفت اور شریعت کی خلاف ورزی کا جرم بتاتے ہیں، اور اس اتّہام میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا۔

حضرت علیؓ اور حضراتِ حسنینؓ غیر مقلدین کے آئینۂ خیال میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، از اول تا آخر آپؐ کے تربیت یافتہ، آپ کے محبوب داماد، آپ کے چوتھے خلیفۂ راشد اور انتہائی معتمد صحابی ہیں، غزوۂ تبوک کے سفر پر جاتے ہوئے آپ نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنا نائب متعین کیا، ان کی خواہش غزوہ میں شرکت کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ، إِلَّا أَنَّهٗ لاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ.

(ترمذی: المناقب)

ترجمہ: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے (نائب، وزیر اور مددگار) تھے؛ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

غزوۂ خیبر میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

لَأُعْطِیَنَّ الرَّأْیَةَ غَداً رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: کل میں فوج کا علم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ ورسول کو محبت ہے۔

پھر اگلے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر ان کے ہاتھ میں علم دیا۔ آپ نے فرمایا:

إِنَّ عَلِياً مِنِّی وَأَنَا مِنهُ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: بلاشبہ علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اپنی ہم مزاجی وہم مشربی کی وضاحت فرمادی ہے۔

مزید ارشاد ہوا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. (ایضاً)

ترجمہ: میں جس کا مخلص دوست ہوں، علی بھی اس کے مخلص دوست ہیں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی محبت رکھنی چاہئے۔

رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا، اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ. (ایضا)

ترجمہ: اللہ حضرت علی پر رحم فرمائے، خدایا! حق کو ان کے ساتھ گھمایئے جدھر وہ گھومیں۔ (یعنی وہ ہر حال میں حق پرست رہیں)

حضرت علی خود فرماتے ہیں:

وَالَّذِی فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، اِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِیِّ ﷺ إِلَیَّ: أَنْ لَّا یُحِبَّنِی اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا یُبْغِضَنِی إِلَّا مُنَافِقٌ. (مسلم، ترمذی، المناقب)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور جان پیدا کی، میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عہد و پیمان ہے کہ مجھ سے مؤمن ہی محبت کرے گا، اور مجھ سے منافق ہی عداوت رکھے گا۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ سَبَّ عَلِیاً فَقَدْ سَبَّنِیْ. (مسند احمد)

ترجمہ: جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

مذکورہ احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقام اور مرتبہ کو سمجھا جا سکتا ہے، ہمارے غیر مقلد بھائیوں پر اللہ رحم کرے، انہوں نے حضرت علی جیسے عظیم المرتبت صحابی کی شان میں ایسی ہفوات اور گستاخیاں کی ہیں کہ سلیم عقل رکھنے والوں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

رئیس سلفی صاحب طلاق ثلاثہ کے مسئلے میں حضرت علیؓ کے فتوے کو اپنے نقد کا نشانہ بناتے ہیں، اور اس فتوے کو خلافِ نصوص اور غصہ کی حالت میں دیا گیا نا قابل اعتبار فتویٰ قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے: تنویر الآفاق ۱۰۳-۱۰۴)

پاکستان کے غیر مقلد حکیم فیض عالم صدیقی کے قلم نے تو گستاخیوں کی ہر حد تجاوز کر دی ہے، انہوں نے اپنی بدزبانی اور دریدہ ذہنی میں دشمنانِ اسلام تک کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، غیر مقلدین انہیں اپنی صف کا بے نظیر محقق باور کرتے ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ صحابہ اور اہل بیت رسول کی شان میں گستاخی اور توہین کے جس مقام تک حکیم موصوف کا قلم پہنچ گیا ہے، اس کی کوئی نظیر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ بے فکر شہزادے کی طرح اپنے حال میں مست رہا کرتے تھے، دینی امور میں کبھی کبھار ہی حصہ لیتے تھے، (یعنی عام طور پر دینی کاموں سے دور رہتے تھے) اور بڑے مزے کی زندگی گذار رہے تھے۔ (صدیقہ کائنات ۱۷)

حکیم صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو نام نہاد قرار دیتے ہوئے حضرت علیؓ کو خلیفۂ راشد ماننے سے انکار کر دیا ہے، اور حضرت علی کو خلیفۂ راشد کہنا صریح بددیانتی قرار دیا ہے، یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت علیؓ عام مسلمانوں کے منتخب کردہ خلیفہ نہیں تھے، ان کی خلافت سبائیوں کی منتخب کردہ تھی، خود ساختہ تھی، ان کا دورِ خلافت امت کے لئے

عذابِ خداوندی تھا، انہوں نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا، ان کی خلافت اسلامی فتوحات کے سلسلے کو روکنے اور ٹھپ کرنے والی بن گئی تھی، ان کی شہادت کے بعد دنیا کو سکون ملا، عالم اسلام نے سکھ کا سانس لیا، اور رحمت الٰہی دوبارہ متوجہ ہوگئی۔ (ملاحظہ ہو: خلافت راشدہ ۵۱-۵۵-۵۶-۲۲۸)

مذکورہ کریہہ اور گھناؤنے تبصروں سے حکیم فیض عالم کی صحابہ دشمنی اور گمراہ ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت علیؓ کے علاوہ حضراتِ حسنین (حضرت حسنؓ وحسینؓ) کے تعلق سے حکیم موصوف نے انتہائی غلیظ تبصرہ بازی کی ہے، ان کی صحابیت تک کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے، یا اندھا دھند تقلید کی خرابی''۔ (سیدنا حسن ۲۳)

پوری امت متفق ہے کہ جس خوش نصیب نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، وہ صحابی ہے؛ لیکن شاید غیر مقلد حکیم فیض عالم کا معیار کچھ اور ہے، اسی لئے وہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو (جنہیں امت اجماعاً صحابی تسلیم کرتی ہے) صحابی تسلیم کرنے سے صاف انکار کررہے ہیں، یہی نہیں، حکیم صاحب نے یہ انکشاف بھی فرمایا ہے کہ حضرت حسینؓ:

''اعلاء کلمۃ الحق کے نظریہ کے تحت کوفہ نہیں گئے تھے؛ بلکہ حصول خلافت کے لئے آپ نے یہ سفر کیا تھا، آپ کے دل میں حصول خلافت کی دبی ہوئی پرانی خواہش انگڑائیاں لے کر بیدار ہوگئی''۔ (واقعہ کربلاء، رسائل اہل حدیث ۲/۹۸-۹۹)

مزید یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسین برسام کے مریض تھے، اس مرض کے مریض اول تو مرجاتے ہیں، ورنہ پاگل ہوجاتے ہیں، اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہوجاتی ہے، اور ذہن کما حقہ سوچنے کی قوتوں سے محروم ہوجاتا ہے''۔ (خلافت راشدہ ۱۳۸)

گویا حکیم صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین کی قوتِ فکر یہ ختم ہوگئی تھی، ان کا دماغ شل ہو چکا تھا، ان کے اقدامات مجنونانہ اور بے دماغی کا نتیجہ تھے، ان کا کوفہ جانا بھی اسی لئے تھا، ان کریہہ اور گھٹیا تبصروں کو سامنے رکھ کر یہ حدیثیں پڑھی جائیں: آپ کا ارشاد ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

هٰذَانِ اِبْنَایَ، وَابْنَا ابْنَتِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا. (ایضاً)

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت فرمائیں، اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمائیں جو ان دونوں سے محبت کریں۔

هُمَا رَيْحَانَتَایَ فِیْ الدُّنْيَا. (ایضا)

ترجمہ: حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

یہ اور اس جیسی بے شمار احادیث اہل بیت کے فضائل کا روشن ثبوت ہیں، مگر ایسے بد باطن اور بدزبان افراد پر افسوس ہے کہ وہ عزتِ رسول، اور ناموسِ رسول کا بھی پاس ولحاظ نہیں رکھتے، پھر بھی اپنے کو اہل الحدیث کہتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین

غیر مقلد حکیم فیض عالم صحابیٔ رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہیں:

''وہ (حذیفہ) اس سازش (حضرت عمر کے قتل کی سازش) سے باخبر تھے، اس حذیفہ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے''۔ (شہادت ذوالنورین ۷۱)

یہ پیراگراف پڑھئے اور غور فرمائیے کہ حضرت حذیفہ وہ صحابی جلیل ہیں جن کو

''صاحب سر الرسول'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا راز دار صحابی قرار دیا جاتا ہے، آپ کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے راز ان کو بتاتے تھے، اور امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی تھی:

مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: حذیفہ تم سے جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

لیکن قبلہ حکیم فیض عالم غیر مقلد اِنہیں حضرت حذیفہ کو:

الف: حضرت عمر فاروق کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا مجرم

ب: ابن سبا جیسے دشمن اسلام کا معتمد خاص

قرار دیتے ہیں، عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی حدیث میں امت کو حضرت حذیفہ کی تصدیق کا حکم دے کر انہیں اپنا معتمد خاص بتا رہے ہیں، اور حدیث پر عمل کے سب سے بڑے مدعی غیر مقلد انہیں دشمن اسلام ابن سبا کا معتمد خاص بتا رہے ہیں، اور انتہائی بے ادبی سے ان کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین

جماعت صحابہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا انتہائی ممتاز مقام ہے، بے انتہا زاہد صحابی ہیں، حب دنیا اور حب مال سے کوسوں دور اور بے حد نفور تھے، ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد سے بڑی سند اور کیا ہوسکتی ہے؟ ارشاد نبوی ہے:

مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ، وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ، أَصْدَقَ مِنْ أَبِيْ ذَرٍّ.

(ترمذی: المناقب)

ترجمہ: ابوذرؓ سے زیادہ سچا آدمی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی پیدا نہیں ہوا۔

اِنہیں حضرت ابوذر کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم کا الزام ہے کہ وہ ابن سبا کے کمیونسٹ نظریے سے بے انتہا متأثر تھے، علامہ اقبالؒ نے صحابہ کی منقبت میں کہا ہے:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو کس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

حکیم فیض عالم نے اِس شعر کو سامنے رکھ کر صحابی رسول پر یہ تبصرہ کیا ہے:

''اس شعر میں دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام ہے، جو ابن سبا کے کمیونسٹ نظیرئے سے متأثر ہو کر ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لے کر بھاگ اٹھتے تھے''۔ (خلافت راشدہ ۱۴۳)

غور فرمایا جائے کہ حکیم صاحب موصوف نے اس مختصر سی عبارت میں ایک تو صحابی کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا انداز اور الفاظ اختیار کئے ہیں، دوسرے حضرت ابوذر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی نظام خیر سے متأثر ہونے کے بجائے دشمن اسلام ابن سبا اور اس کے بدبختانہ نظام و نظریے سے متأثر ہونے کا الزام عائد کر کے ان کی تنقیص کے ساتھ ہی ان کو سب سے سچا قرار دینے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا بھی ارتکاب کیا ہے، نیز ''ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لے کر بھاگ اٹھنے'' کی بات کہہ کر حضرت ابوذر پر ''ایذاء مسلم'' (مسلمان کو ایذا پہنچانے) کے کبیرہ گناہ کا الزام لگایا ہے، لیکن ان تمام گستاخیوں کے باوجود اپنے لئے دین خالص اور حدیث رسول پر مکمل عمل کے دعوے بھی ہیں، جو ان کے ذہنی و فکری افلاس کی واضح دلیل ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ مشہور کاتب وحی صحابی ہیں، اور کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرا مقام انہیں کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مسلسل حاضری، کتابت وحی، دیانت و امانت اور متعدد اوصاف حسنہ کی وجہ سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے کئی بار دعا فرمائی:

(۱) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: خدایا! معاویہ کو ہدایت دینے والا، اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے، اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت دیجئے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ.

(مجمع الزوائد ۳۵۶/۹)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھایئے اور انہیں عذاب سے بچا لیجئے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، وَمَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ، وَقِهِ الْعَذَابَ. (ایضاً)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب سکھایئے، شہروں میں ان کے لئے ٹھکانہ بنا دیجئے اور ان کو عذاب سے بچا لیجئے۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سواری پر اپنے پیچھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا، پھر فرمایا: تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے، انھوں نے عرض کیا: میرا پیٹ، یہ سن کر آپ نے دعا دی:

اَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْماً. (تاریخ الاسلام ذہبی: ۳۱۹/۲)

ترجمہ: اے اللہ! اس کو علم سے بھر دے۔

بار بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے سرفراز ہونا کتنی عظیم سعادت اور فضیلت ہے، لیکن غیر مقلدین نے حضرت معاویہ کی شخصیت کو مجروح اور داغ دار کرنے کی بے انتہا مسموم اور ناپاک کوششیں کی ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں کی تحریر کے دو اقتباس درج کئے جاتے ہیں:

"معاویہ برسر منبر حضرت علی کو برا بھلا کہا کرتے تھے، بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم

دے رکھا تھا کہ وہ ہر خطبے میں جناب امیر کو برا بھلا کہیں، معاذ اللہ! ان پر لعنت کرتے رہیں، سچی بات یہ ہے کہ معاویہ پر دنیا کی طمع غالب ہوگئی تھی، وہ حضرت علی کو اعلانیہ برا کہا کرتے اور منبر پر ان پر لعنت کیا کرتے تھے......اور حضرت علی کیا، معاویہ کو تمام خاندانِ رسالت سے دشمنی تھی"۔ (تعارف علمائے اہل حدیث ۱۵۰، لغات الحدیث ۲/۱۴)

مزید لکھتے ہیں:

"بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ کا قیاس کیوں کر ہوسکتا ہے، جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے، نہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت اور جاں نثاری کی؛ بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہوگئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کو قتل کرڈالیں"۔ (حیاتِ وحید الزماں ۱۰۷)

ان دونوں اقتباسوں میں حضرت معاویہ پر جو سنگین اور رکیک الزامات لگائے گئے ہیں، ان کو دفعات میں اس طرح کہا جاسکتا ہے:

(۱) برسر منبر حضرت علی کو اعلانیہ برا کہنا اور لعنت کرنا۔

(۲) دوسرے خطیبوں کو خطبہ جمعہ میں حضرت علیؓ کو برا کہنے کی تاکید کرنا۔

(۳) دنیا کی طمع غالب ہوجانا۔

(۴) پورے خاندانِ رسالت سے عداوت رکھنا۔

(۵) خلوصِ دل سے نہیں، ڈر کے مارے اسلام قبول کرنا۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے بجائے ان سے لڑنا۔

(۷) حضرت علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانا۔

ان دفعات میں پانچویں دفعہ اتنی خطرناک ہے جو صحابیت تو کجا، حضرت معاویہ کو ایمانِ معتبر کے دائرے تک سے باہر نکال دیتی ہے، اور دیگر دفعات میں جن امور کا ذکر ہے، وہ سب بدترین کبیرہ گناہوں میں آتے ہیں، اللہ کے رسول کی طرف سے بار بار دعا یافتہ اور وحی الٰہی کی کتابت کا اعزاز پانے والے صحابی پر جرائم؛ بلکہ عدم اخلاصِ ایمانی کی دفعات قائم

کر دینا، اُنہیں بدنصیب افراد کا شیوہ ہوسکتا ہے جو جماعت صحابہ سے عداوت کا مشن رکھتے ہوں، اور جنہیں دین کی حقیقت اور روح سے ادنی درجہ کی شناسائی اور تعلق تک نہ ہو۔

غیر مقلدین کی صحابہ دشمنی کے چند نمونے اور چند جھلکیاں ہم نے پیش کی ہیں، ورنہ اس گروہ کے عقائد، افکار، باطل خیالات، حدیث وسنت سے دوری اور صحابہ وسلف سے عداوت کی تفصیلات اتنی زیادہ ہیں جو اس مختصر کتاب میں درج نہیں کی جاسکتیں۔

اہل السنّت والجماعت کا موقفِ قطعی

صحابہ تمام بعد والوں سے افضل ہیں

اہل السنّت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ قرنِ اول سے ہے کہ صحابہ کا قول بھی حجت ہے، عمل بھی حجت ہے، فہم بھی حجت ہے، اجماع بھی حجت ہے، کسی صحابی کی تنقیص جائز نہیں ہے، تمام صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہا جائے، غیر صحابی اپنے تمام تر علم وتدین کے باوجود کسی صحابی کے مقام بلند کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ سے سوال کیا گیا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟ سوال کرنے والے نے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تقابل کرنا چاہا تھا، اور اس کے ذہن میں یہ رہا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ مقبول اور ہر نزاع سے پاک تابعی ہیں، جب کہ حضرت معاویہ صحابی کی شخصیت متعدد نزاعات کی وجہ سے کچھ باطل پرست طبقات کے نزدیک نعوذ باللہ داغ دار ہے، حضرت عبداللہ بن المبارکؒ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ کی ناک کے سوراخ میں داخل ہونے والا غبار بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے، وضاحت کردی گئی کہ بڑے سے بڑا تابعی اور ولی صحابی کے مقام بلند تک نہیں پہنچ سکتا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۳۹/۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرُّهَا قُلُوْباً، وَأَعْمَقُهَا عِلْماً، وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفاً، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى أَثَرِهِمْ، وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ. (رواه رزين، مشكاة المصابيح: باب الاعتصام ۳۲)

ترجمہ: جسے پیروی کرنا ہو، ان کی پیروی کرے جو وفات پا چکے ہیں؛ کیوں کہ زندہ پر فتنے سے بے خوف نہیں ہو جا سکتا، صحابہ کرام کی پیروی کرو، یہ اس امت کے سب سے برگزیدہ سب سے نیک دل، سب سے گہرے اور پختہ علم والے، سب سے کم تکلف والے لوگ تھے، اللہ نے ان کو اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی تنفیذ کے لئے منتخب کیا تھا، تم ان کے فضل کو پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو، اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق و کردار کو مضبوطی سے تھام لو، اس لئے کہ وہ سیدھی راہِ ہدایت پر گامزن تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام تر بلندیٔ شان کے باوجود چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے، اس لئے ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو بھی نہیں پہنچ سکے، کسی شخص نے عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ جواب میں فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے کئی گنا بہتر ہے''۔ (مکتوباتِ امام ربانی: مکتوب نمبر: ۲۰۷، ۳۲۶/۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ، فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَباً، مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ. (بخاری شریف ومسلم شریف: المناقب)

ترجمہ: میرے صحابہ کو گالی مت دو، برا مت کہو، (ان کا مقام تو یہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا راہِ خدا میں خرچ کرے، تو وہ صحابہ کے ایک مد اور آدھے مد (ایک سیر اور آدھے سیر) کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کو یہ امتیازی مقام اس لئے نصیب ہوا تھا کہ انہوں نے مشکل گھڑیوں میں اللہ ورسول کے لئے جان ومال ہر طرح سے قربانی دی تھی، ہر حکم کی تعمیل کی تھی، ہر کام کے لئے اپنے کو وقف کر دیا تھا، انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب فضا بالکل نامساعد تھی، حالات انتہائی ناساز گار تھے، زمین بے حد ناہموار تھی، انہوں نے بے اعترافی کے ماحول میں اعتراف کیا تھا، ناقدری کے حالات میں قدر دانی کی تھی، جب آنکھ والے بھی حق سے اندھے بنے ہوئے تھے، صحابہؓ نے اُس وقت بینا ہونے کا ثبوت دیا تھا، جہاں کان والے بھی حق کی صدا سننے کو تیار نہ تھے، صحابہ نے وہاں حق کی صدا نہ صرف سنی تھی؛ بلکہ پورے عالم کو سنائی تھی، اسی لئے قرآنِ کریم میں بلا واسطہ ان کے اوصاف کا ذکر جمیل اِس طرح آیا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ. (التوبة: ۱۱۲)

ترجمہ: (ان کی شان یہ ہے کہ وہ) توبہ کرنے والے، اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجالانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں جو اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں ان میں انتہائی خاص حکیمانہ ترتیب موجود ہے، اور ان اوصاف سے نمایاں طور پر صحابہ کی عظمت، مقام اور انبیاء کے بعد ہر طبقۂ انسانی پر ان کی برتری کو سمجھا جاسکتا ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں قاضی عیاضؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

وَاِنَّ مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاٰہُ مَرَّۃً مِنْ عُمُرِہٖ، وَحَصَلَتْ لَہٗ مَزِیَّۃُ الصُّحْبَۃِ، اَفْضَلُ مِنْ کُلِّ مَنْ یَأْتِیْ بَعْدُ، فَاِنَّ فَضِیْلَۃَ الصُّحْبَۃِ لَا یَعْدِلُھَا عَمَلٌ. (مسلم مع شرح النووی ۱/۲۷۱)

ترجمہ: جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، زندگی میں ایک بار بھی آپ کو دیکھ لیا، اور اس کو صحبت کا شرف حاصل ہوگیا، وہ بعد میں آنے والے ہر شخص سے افضل ہے؛ اس لئے کہ صحبتِ نبی کی فضلیت کے برابر کوئی بھی عمل نہیں ہوسکتا۔

یہی ہر دور میں اہل حق کا متفقہ عقیدہ رہا ہے، اور جو اس عقیدے سے منحرف ہوا اسے گمراہی کے کھڈ میں گرنا پڑا ہے۔

صحابہ کے باب میں علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کو غیر مقلدین اپنا امام، مقتدیٰ اور رہبر تسلیم کرتے ہیں، اور بار بار ان کا حوالہ دیتے ہیں؛ لیکن صحابۂ کرام کی عظمت اور معتبریت کے تعلق سے غیر مقلدین کا نقطۂ نظر (جس کی کچھ تفصیلات آپ پیچھے دیکھ آئے ہیں) علامہ ابن تیمیہ کے نقطۂ نظر سے بالکل الگ اور متضاد ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کا مسلک صحابہ کے بارے میں اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے عین مطابق ہے، ان کے فتاویٰ میں جگہ جگہ اقوالِ صحابہ، افعالِ صحابہ، اجماعاتِ صحابہ، آراء صحابہ اور فہم صحابہ سے استدلال اور ان پر مکمل اور راسخ اعتماد

واعتبار کا اظہار موجود ہے۔

انہوں نے وضاحت کی ہے کہ:

وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ الصَّحَابَةَ فِيْ عَهْدِهٖ وَبَعْدَهٗ، أَفْضَلُ مِنَّا، وَاَتْبَعُ لِلسُّنَّةِ، وَأَطْوَعُ لأَمْرِهٖ. (فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۷۹/۲۲)

ترجمہ: یہ حقیقت معلوم ہے کہ صحابہ عہد نبوی میں اور اس کے بعد بھی ہم سے افضل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سب سے زیادہ متبع اور حکم نبوی کے سب سے بڑھ کر مطیع تھے۔

مزید لکھتے ہیں:

بَلْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ هُمْ أَعْلَمُ النَّاسِ بِسُنَّتِهٖ وَأَرْغَبُ النَّاسِ فِيْ اِتِّبَاعِهَا. (ایضاً: ۱۱۰/۲۳)

ترجمہ: بلکہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کی اتباع کا سب سے زیادہ شوق وذوق رکھنے والے لوگ تھے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

وَمَا سَنَّهُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ فَإِنَّمَا سَنُّوْهُ بِأَمْرِهٖ، فَهُوَ مِنْ سُنَّتِهٖ.

(ایضاً: ۲۸۲/۱)

ترجمہ: خلفائے راشدین جو طریقۂ عمل جاری کریں وہ حضور کے حکم سے ہے، اسی لئے وہ آپ کی سنت ہے۔

وضاحت کرتے ہیں:

فَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَطْعِيَّةٌ. (ایضاً: ۲۵۲/۲۲)

ترجمہ: صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے۔

یہ بھی صراحت کی ہے کہ حضراتِ صحابہ کا جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ بات باطل نہیں ہو سکتی۔ (منہاج السنۃ ۳/۶۶) اور قرآن وسنت، اجماع وقیاس کی دلالت کی بنیاد پر صحابۂ کرام امت میں سب سے کامل وافضل ہیں، امت میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو صحابہ کی فضیلت کا معترف نہ ہو، اور اس باب میں اختلاف ونزاع کرنے والے جاہل ہیں۔ (ایضاً: ۱/۱۶۷)

علامہ ابن تیمیہ کی عبارات سے ان کا یہ موقف بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک صحابہ کے اقوال وافعال حجت ہیں، صحابہ کا کسی کام کو انجام دینا اُس کے سنت شرعیہ ہونے کی علامت ہے، صحابہ پوری امت میں سب سے زیادہ سنتوں کے عالم، سب سے زیادہ متبع ومطیع تھے، خلفائے راشدین کے فرامین، اعمال وارشادات سنت نبویہ کے مطابق ہوتے تھے، ان کا عمل معتبر وحجت ہے، وہ کبھی بدعت نہیں ہو سکتا، ان کا جاری کردہ عمل شریعت ہے، صحابہ کا اجماع قطعی دلیل ہے، صحابہ کی تنقیص حرام اور روافض کا شعار ہے، اور زندیقوں اور جاہلوں کا طریقہ ہے۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام)

امام ابن تیمیہؒ نے حضرت عمر، ابن مسعود، ابن عباس، ابوسفیان، عمرو بن عاص، معاویہ، ابوذر اور حذیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں انتہائی بلند کلمات لکھے ہیں، ان کی عظمتوں کا صراحۃً ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہ صحابہ ہیں جو غیر مقلدین کی ملامتوں، تبصروں، گستاخیوں اور توہین کا ہدف ہیں (جیسا کہ ذکر آ چکا ہے) اصحاب عقل خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ غیر مقلدین کے اور علامہ ابن تیمیہ کے مسلک میں کتنا فرق ہے؟ اور کس طرح ابن تیمیہ صحابہ کے باب میں جمہور کے ہم خیال اور عظمت صحابہ کے پرجوش قائل وترجمان ہیں۔

صحابۂ کرام علماء دیوبند کی نگاہ میں

علمائے دیوبند مسلک اہل السنّت والجماعت کے اصل ترجمان، حامل، نقیب اور داعی ہیں، اور اپنی تاب ناک تاریخ کے ہر مرحلے میں علمائے دیوبند نے مسلک حق کی ترجمانی،

احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور موقف حق پر استقامت کا جو کردار پیش کیا ہے، وہ انتہائی روشن، بے مثال اور سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضراتِ صحابہ کرام کے تعلق سے علمائے دیوبند کا موقف بعینہٖ وہی ہے جو گذشتہ صفحات میں اہل السنّت والجماعت کے حوالے سے ذکر کیا جاچکا ہے، علمائے دیوبند صریح الفاظ میں جماعت صحابہ کی مکمل عدالت، ثقاہت، فقاہت، تمام بعد والوں سے ان کی افضلیت، معتبریت، کمالِ علمی وعملی اور تاقیامت ہر دور کے لئے ان کے اسوہ ومعیار حق ہونے کے نہ صرف قائل ہیں؛ بلکہ پرزور داعی ہیں، اور اس کے خلاف کسی موقف کو وہ صحابہ کی تنقیص اور دین کی بنیادیں منہدم کرنے کی سازش کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

اکابر دیوبند کی تحریرات میں اس موقف کے تعلق سے بڑی تفصیلات موجود ہیں، اُن سب کو یہاں ذکر کرنا موجب طوالت ہے، تاہم چند نمایاں اکابر کی تحریروں کے کچھ اقتباسات بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

(ا) شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے صحابہ کی عظمت، اُن کے اقوال وافعال کے معتبر وحجت اور ان کے معیارِ حق ہونے پر انتہائی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''چوں کہ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام اور امت کے درمیان واسطہ ہیں، اُن ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے کتاب اللہ بھی امت کو پہنچی ہے اور سنت بھی، اس لئے وہی مدارِ دین ہیں، اگر وہ معتمد علیہ ہیں، تب تو کتاب وسنت پر اعتماد ہوسکتا ہے، ورنہ تمام دینی عمارت کھوکھلی اور ناپائیدار ہوجاتی ہے، اسی وجہ سے زنادقہ اور مبتدعین نے ہمیشہ اس جماعت صحابہ کو مطعون کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے...... خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حق تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں، ان کی روایات اور شہادتیں مقبول اور معتمد علیہ ہیں، ان میں کوئی جرح اور تنقید نہیں ہوسکتی، دلائل نقلیہ اور عقلیہ کثیرہ شہیرہ اس پر قائم ہیں، ان ہی کے ذریعہ سے دین بعد والوں کو پہنچا ہے، وہی مدارِ دین اور معیارِ حق ہیں،

اوران کی ہی تابع داری بعد والوں کے لئے ضروری ہے......تمام امت کو ان کی تقلید اوران کے ہی ساتھ رہنا واجب ہے، یہ مسئلہ اصولی ہے، اور معمولی اصولی نہیں؛ بلکہ اسی پر تمام دین، کتاب وسنت کا مدار ہے‘‘۔(مودودی: دستور وعقائد کی وضاحت ۳۱-۴۴)

(۲) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں صحابہ کے مقام کی وضاحت فرمائی ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لئے حضرات صحابہ ہی کی زندگی معیار ہوسکتی ہے؛ کیوں کہ یہی وہ مقدس طبقہ ہے جس نے براہِ راست فیضانِ نبوت سے نور حاصل کیا اور اُسی پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بلا کسی حائل وحجاب کے بلا واسطہ پڑیں؛ اس لئے قدرتی طور پر جو ایمانی حرارت اور نورانی کیفیت اُن میں آسکتی تھی، وہ بعد والوں کو میسر آنی طبعًا ناممکن تھی، اس لئے قرآنِ حکیم نے من حیث الطبقہ اگر کسی پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے، تو وہ صحابۂ کرام ہی کا طبقہ ہے، اس نے اُنہیں مجموعی طور پر راضی ومرضی اور راشد ومرشَد فرمایا، ان کے قلوب کو تقویٰ وطہارت سے جانچا پرکھا......اس لئے امت کا یہ اجماعی عقیدہ مسلسل ومتواتر چلا آرہا ہے کہ صحابہ کل کے کل عدول اور متقن ہیں، اُن کے قلوب ونیات کھوٹ سے بری ہیں، اوران کا اجماع شرعی حجت ہے، جس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اس لئے بہرحال صحابہ کے ہی مقدس طبقہ کو بلا جھجھک کہا جاسکتا ہے کہ وہ کمالاتِ نبوی کا آئینہ دار اور جمالاتِ رسالت کا مظہر اتم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاداتِ کریمہ، خصائل حمیدہ، شمائل فاضلہ، اخلاقِ عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل ودلائل اور حقائق وآداب کا علماً وعملاً سچا ترجمان ہے، اوراس لئے ان کی راہ کا اتباع اک بے غل وغش اور مطمئن راستہ ہے جو امت کو ہر گمراہی سے بچا سکتا ہے‘‘۔(تقریظ: حیاۃ الصحابہ ۳/۴-۵)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’علمائے دیوبند اُن (صحابہ) کی اس عمومی عظمت وجلالت کی وجہ سے انہیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں، اور بعد والوں کی نجات انہیں کے علمی وعملی اتباع کے دائرے میں منحصر سمجھتے ہیں؛ لیکن انہیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں......جو فرقہ بھی بلا استثناء انہیں عدول ومتقن مانتا ہے، وہی فرقہ حسب ارشادِ نبوی فرقہ

حقہ ہے، اور وہ الحمدللہ اہل سنت والجماعت ہیں جن کے سچے علم بردار علمائے دیوبند ہیں، اور جو فرقہ ان کے بارے میں بدگمانی یا بدزبانی یا بے ادبی کا شکار ہے، وہی حقانیت سے ہٹا ہوا ہے؛ کیوں کہ شریعت کے باب میں ان کے بارے میں کسی ادنیٰ دغل کا تو ہم پورے دین پر سے اعتماد ہٹا لینے کے مرادف ہے،......اس لئے حسب مسلک علمائے دیوبند جہاں وہ منفرداً اپنی ذوات کے لحاظ سے تقی اور نقی اور صفی ووفی ہیں، وہیں بحیثیت مجموعی امت کی نجات بھی ان ہی کے اتباع میں منحصر ہے، اور وہ بحیثیت قرنِ خیر من حیث الطبقہ پوری امت کے لئے نبی کے قائم مقام اور معیار حق ہیں''۔ (علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ۱۱۹-۱۲۱)

(۳) محدثِ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی قدس سرہ نے اپنی تالیفات اور بطور خاص ''عظمتِ صحابہ'' میں بہت تفصیل سے اس موضوع کا حق ادا کیا ہے، فرماتے ہیں:

''صحبت رسول اتنا بڑا شرف، اتنی بڑی بزرگی اور ایسی منقبت ہے جس میں کوئی غوث، کوئی قطب اور کوئی ولی ان کا شریک وحصہ دار نہیں ہے، اور نہ ان میں سے کوئی کسی صحابی کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے......اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسلک یہ ہے کہ صحابہ کل کے کل عدل ہیں، ان میں کوئی بھی فاسق وفاجر نہیں ہے''۔ (عظمت صحابہ ۱۳-۱۷)

(۴) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل السنّت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد فضیلت میں صحابہ کرام ہی کا درجہ ہے، حضرات صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں ہیں؛ لیکن ان کے گناہ مغفور ہیں، ان کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کرنا درست ہے، ان میں سے کسی کو برا کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے،......اس آزادی کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب واحترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے؛ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں، حالاں کہ صحابہ کرام دین کی بنیاد ہیں، دین کے اصول پھیلانے والے ہیں، ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے''۔ (فضائل صحابہ، مرتبہ: حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنیؒ ۶ و ۱۱۵)

(۵) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام جس مقدس گروہ کا نام ہے، وہ امت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں، یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص وتصریحات کا عطا کیا ہوا ہے، اور اسی لئے اس پر امت کا اجماع ہے، اس کو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو، تو وہ بھی قرآن وسنت کے نصوصِ صریحہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں متروک ہوگی، تاریخی روایات کا تو کہنا کیا ہے“؟ (ایضاً ۷۶-۷۷)

مذکورہ بالا اقتباسات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں علماء دیوبند کا موقف حق واعتدال بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک اہم حقیقت

ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ صحابہ معصوم ہیں، اور ان سے کوئی خطا نہیں ہوسکتی، عصمت لوازم نبوت میں سے ہے، غیر نبی کوئی انسان معصوم نہیں ہوسکتا؛ لیکن ہم پورے وثوق واعتماد کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام محفوظ من اللہ تھے، جو ولایت کا انتہائی اعلیٰ مقام ہے، صحابہ نعوذ باللہ نبی نہیں تھے، مگر تقدس کے انتہائی عظیم مقام پر تھے، وہ صفاتِ بشریت، لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند تو تھے؛ لیکن عام بشر کی سطح سے بلند متعدد غیر معمولی امتیازات کے حامل بھی تھے، ان کو ولایت، عدالت اور تقویٰ کا جو مقام عالی ملا تھا، وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا، ان کو نور نبوت سے براہِ راست بلا واسطہ کسب فیض کا موقع ملا تھا، اس لئے ان کے دل صیقل ہوچکے تھے، ان سے خطا ہوتی تھی، مگر وہ خطا پر باقی نہیں رہ سکتے تھے؛ بلکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کے بقول: ”خطاؤں کے کام ان حضرات سے تعلیم کی تکمیل کے لئے تکوینی طور پر کرائے گئے۔ (ایضاً ۳۹) اور امت کی تعلیم کے لئے مشاجراتِ صحابہ کا وجود میں آنا ضروری تھا۔ (ایضاً ۸) اور صحابہ سے گناہ سرزد ہونے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں، اور ان خطاؤں کا صادر ہونا انکے بلند مرتبہ کے منافی نہیں ہے۔ (ایضاً ۶)

صحابہ سے کبھی کوئی خطا ہوتی تھی تو فوراً انہیں احساسِ ندامت ہوتا تھا، توبہ کی توفیق ملتی تھی، یہ کوئی طلسماتی بات نہیں، حقیقت واقعہ ہے جس کی شہادت ہماری تاریخ میں موجود ہے، ہم میں اور صحابہ میں یہی فرق ہے کہ وہ معیارِ حق ہیں، عادل ہیں، معتمد ہیں، ان کو محفوظیت کا مقام حاصل تھا، حضرت غامدیہؓ سے زنا سرزد ہوتا ہے، خود احساس ہوتا ہے، اقرارِ جرم کرتی ہیں، سزا دی جاتی ہے، سنگسار کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ. (مسلم: کتاب الحدود)

ترجمہ: اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ مدینہ کے ستر گنہگاروں میں تقسیم کردی جائے تو سب کی معافی کے لئے کافی ہوجائے۔

لمحۂ فکریہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات ہمارے لئے بہت بڑا اسامانِ عبرت ہیں، غیر مقلد گستاخوں کو یہ ارشادات پیش نظر رکھ کر اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ، فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ. (ترمذی شریف: المناقب)

ترجمہ: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں، تو کہہ دو: اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر یا تم میں سے برے پر۔

مزید فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ

فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذىٰ اللّٰهَ يُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهُ. (ترمذی: المناقب)

ترجمہ: میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانۂ تنقید مت بناؤ، کیوں کہ جو ان سے محبت کرے گا، وہ مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا، وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جو ان کو ستاتا ہے وہ یقیناً مجھے ستاتا ہے، اور جو مجھے ستاتا ہے وہ یقیناً اللہ کو ستاتا ہے، اور جو اللہ کو ستاتا ہے، قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب کی گرفت میں لے لے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لاَ تَسُبُّوْا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً. (شرح العقيدة الطحاوية ٣٩٨)

ترجمہ: تم صحابہ کرام کو برا مت کہو؛ اس لئے کہ کسی صحابی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ دیر رہنا تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

وَاللّٰهِ لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَغْبَرُّ فِيْهِ وَجْهُهُ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ، وَلَوْ عُمِّرَ عُمْرَ نُوْحٍ.

ترجمہ: خدا کی قسم! صحابہ میں سے کسی شخص کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے، دوسروں کی عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہے، اگرچہ دوسروں کو حضرت نوح علیہ السلام جیسی لمبی عمر عطا ہو جائے۔

یہ نصوص پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام کے تعلق سے ہمارا موقف کیا ہونا چاہئے؟ قرآنِ کریم بھی سکھا رہا ہے کہ بعد والوں کو اس طرح دعا گو ہونا چاہئے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (الحشر: ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمائیے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھئے، اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔

معلوم ہوا کہ ہمیں صحابہ کا احسان مند ہونا چاہئے، ان کی سیرت کو مشعلِ راہ بنانا چاہئے اور ان پر تبصروں کے بجائے غایت عقیدت سے ان کو اپنی عملی زندگی کا رہنما بنانا چاہئے۔

سادہ لوح مسلمان متوجہ ہوں!

ہم اپنے سادہ لوح مسلمان بھائیوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ایک طرف صحابہ کے مقصد حیات، روشن تاریخ اور امت پر ان کے احسانات کو دیکھیں اور دوسری طرف غیر مقلدین کے ان افکار اور گستاخیوں کو دیکھیں جو صحابہ کرام کے بارے میں ان کے زبان وقلم سے سامنے آتے ہیں، صاف واضح ہو جائے گا کہ یہ اس وقت کا دجّالی فتنہ ہے جو دین داری کے روپ میں سامنے آیا ہے، غیر مقلدین کا گروہ اپنے کو اہل السنّت کہتا ہے، مگر سنت رسول کی جتنی بے توقیری اور جماعت صحابہ کی جتنی تحقیر اس نے کی ہے کسی نے نہیں کی، یہ اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے؛ لیکن احادیث رسول کی جتنی ناقدری اس نے کی ہے، کسی نے نہیں کی، یہ اپنے کو سلفی کہتا ہے؛ لیکن سلف صالح کی پگڑیاں جتنی اس گروہ نے اچھالیں، کسی نے نہیں اچھالیں، یہ اپنے کو اثری کہتا ہے؛ لیکن آثارِ صحابہ کا سب سے بڑا دشمن بھی یہی گروہ ہے، یہ

لوگ خوارج کا کردار ادا کر رہے ہیں، اہل السنّت والجماعت سے خارج ہیں، اہل حق سے ان کا اصولی اختلاف ہے، یہ اجماع کے منکر ہیں، عدالت صحابہ، ثقاہت صحابہ اور افضلیت صحابہ کا انکار کرتے ہیں، یہ گم راہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کی جماعت ہے، یہ گستاخوں اور بے ادبوں کا ٹولہ ہے، یہ حدیث کا نام لے کر حدیث کو رسوا کرنے والا گروہ ہے، صحابہ سے لے کر تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، مجددین، فقہاء وعلمائے حق کوئی ان کی گستاخیوں اور زبان درازیوں سے محفوظ نہیں ہے، حدیث سے ان کا رشتہ امام حسن بصریؒ کی زبان میں ''لُعْقَةٌ عَلَى اللِّسَانِ'' (صرف زبان کے چٹخارے کی حد تک ہے) یہ تفریق بین المسلمین کے مجرم ہیں۔ کہا گیا ہے:

اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَيْقَظَهَا.

ترجمہ: سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

یہ فتنوں کو ابھارنے اور جگانے والے لوگ ہیں، یہ اپنے طرز عمل سے امت کی صفوں میں دراڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں، انہیں وحدت راس نہیں آتی، انہیں اجتماعیت گوارا نہیں، انہیں امت کا اتحاد خار کی طرح کھٹکتا ہے، انہیں اخوت کے جذبات ہضم نہیں ہوتے، اور تفریق کا عمل انجام دے کر اور اختلاف اور فتنے کے شعلوں کو ہوا دے کر یہ لوگ ابلیسی، طاغوتی اور شیطانی کاز کو تقویت پہنچا رہے ہیں، اس لئے ان سے اور ان کی فریب کاریوں سے پوری امت کو ہوشیار، خبردار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

ایک پیغام غیر مقلدین کے نام

ہم اپنے غیر مقلد بھائیوں کو انتہائی خلوص کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کہ خدارا امت کو تفریق کی نحوست سے بچائیں، ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ ہم ہر دور میں اتحاد امت کے داعی اور نقیب رہے ہیں، اور فروعی مسلکی بنیادوں پر امت میں نزاع وشقاق کو ہم دور حاضر کا سنگین

ترین جرم سمجھتے ہیں، ملت کے اتحاد کے لئے بلند کی جانے والی ہر صدا پر سب سے پہلے ہم ہی لبیک کہتے ہیں؛ لیکن ان سب کے ساتھ ہم اپنے دین کی بنیادوں کو منہدم ہوتا نہیں دیکھ سکتے، دین ہمارے لئے سب کچھ ہے، اور بقول عربی شاعر:

اَبِیْ الإِسْلَامُ لاَ أَبَ لِیْ سِوَاہُ ☆ اِذَا افْتَـخَرُوْا بِقَیْسٍ اَوْ تَمِیْمٖ

ترجمہ: جب لوگ قبیلوں پر فخر کرتے ہیں، میں اسلام پر فخر کرتا ہوں کہ میرا سب کچھ اسلام ہے، وہی میرا نسب بھی ہے اور عزت بھی۔

دین ہی ہماری عزت، عظمت اور آبرو ہے، وہی ہمارے سروں کا تاج اور کلاہ بھی ہے، اور ہم کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اس کی بنیادوں اور اس کے اولین نمائندوں پر حملے کئے جائیں اور ان کی مقدس شبیہ داغ دار کی جائے۔

غیر مقلدین کو ہمارا یہ پیغام ہے کہ وہ صحابہ کی توہین اور سلف کی تنقیص کے ملعونانہ عمل سے اپنے کو بچائیں، صحابہ کا مقصد حیات سامنے رکھ کر دین کی خدمت کے لئے سرگرم ہو جائیں، اور یہ سمجھ لیں کہ صحابہ کا کردار ہی اِس پرفتن دور میں ہمارے لئے سفینۂ نجات ہے، اور ائمہ کی تقلید ہی اِس دورِ ضلال میں سلامتی کی راہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقاً وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ. آمین۔

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک و بیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے تین ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو

فاضلانہ اور عالمانہ مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص و عام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پر درد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پراثر تحریر ''قصۃ حیاۃ عمرؓ'' کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے اسباب اور طریقے

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔

● گلہائے رنگا رنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس

ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام؛ جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق

یہ کتاب معاشرتی اصلاح اور سیرت وکردار کی تعمیر کے تعلق سے بے حد مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بڑی تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، دور حاضر میں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اوراس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے،اس میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن واسلامتی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر رسائل:

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
کچھ یادیں کچھ باتیں
اسلام اور دہشت گردی

● عربی کتب:

علوم القرآن الکریم
وان المساجد للّٰہ
لمعات من الاعجاز القرآني البدیع
اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الکتاب والسنۃ......
نظرۃ عابرۃ علی القضاء والقضاۃ فی الاسلام
بحوث علمیۃ فقھیۃ

نوٹ: یہ کتابیں مندرجہ ذیل پتوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں:

(۱) اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی (۲) فرید بک ڈپو دہلی (۳) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (۴) جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد (۵) مکتبہ فدائے ملت مفتی ٹولہ مرادآباد

○●○